



5282CH11

بغاوتیں اور راج

1857 کی بغاوت اور اس کی نمائندگی

موضوع
گیارہ

10 مئی 1857 کو بعد دوپہر میرٹھ چھاؤنی کے سپاہیوں نے بغاوت کردی۔ اس کی شروعات پیدل فوج کے ہندوستانی سپاہیوں نے کی تھی جو تیزی سے گھوڑ سوار فوج میں اور پھر شہر تک پھیل گئی۔ شہر کے عوام اور قرب و جوار کے گاؤں کے لوگ سپاہیوں کے ساتھ متحد ہو گئے۔ سپاہیوں نے اسلحہ خانہ (Bell of Arms) پر قبضہ کر لیا جہاں ہتھیار اور گولہ بارود رکھے ہوئے تھے نیز سفید لوگوں (انگریزوں) پر حملہ کرنا شروع کر دیا، ان کے بنگلوں کو تاخت و تاراج کرنا اور جلانا شروع کر دیا۔ ریکارڈ آفس، جیل، کورٹ، پوسٹ آفس، خزانہ وغیرہ جیسی سرکاری عمارتوں کو تباہ کر دیا گیا اور لوٹ لیا گیا۔ دہلی کے لیے ٹیلی گراف لائن کاٹ دی گئی۔ اندھیرا ہوتے ہی سپاہیوں کا ایک جتھہ گھوڑوں پر سوار ہو کر دہلی کی طرف چل پڑا۔

11 مئی کی صبح ہی سپاہی لال قلعہ کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا، ضعیف مغل بادشاہ بہادر شاہ (ظفر) سحری (سورج طلوع ہونے سے پہلے کا کھانا) کھا کر اور نماز پڑھ کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ انھوں نے دروازوں پر ہنگامہ اور شور و غل کی آوازیں سنیں۔ سپاہی جو ان کے جھروکے کے نیچے اکٹھا ہو گئے تھے انھوں نے کہا ”ہم میرٹھ سے تمام انگریزوں کو ختم کر کے آئے ہیں، کیونکہ انھوں نے ہم سے گائے اور سور کی چربی چڑھے کار تو سوں کو دانتوں سے کاٹنے کے لیے کہا تھا۔ اس سے ہندوؤں اور مسلمانوں کا عقیدہ (مذہب) خراب ہو جاتا۔“ سپاہیوں کا ایک دوسرا جتھہ بھی دہلی میں داخل ہو گیا اور شہر کے عام لوگ ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ بڑی تعداد میں اہل یورپ مار دیے گئے۔ دہلی کے دولت مند لوگوں پر حملے ہوئے اور لوٹ مار ہوئی۔ یہ واضح تھا کہ دہلی اب انگریزوں کے کنٹرول سے باہر ہو چکی تھی۔ گھوڑے پر سوار چند سپاہی شاہی دربار کے آداب کی تعمیل کیے بغیر قلعے میں داخل ہو گئے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ بادشاہ ان کو دعائے برکت دے۔ سپاہیوں سے گھرے بہادر شاہ ظفر کے پاس ان کی بات ماننے کے علاوہ دیگر کوئی چارہ نہ تھا۔ اس طرح بغاوت نے ایک قسم کا قانونی جواز حاصل کر لیا تھا کیونکہ اس بغاوت کو اب مغل بادشاہ کے نام پر چلایا جاسکتا تھا۔



شکل 11.1

بہادر شاہ ظفر کی تصویر

12 اور 13 مئی کو شمالی ہندوستان میں امن چین رہا۔ جوں ہی یہ خبر پھیلی کہ دہلی پر باغیوں کا قبضہ ہو گیا ہے اور بہادر شاہ نے بغاوت کو اپنی حمایت دے دی ہے، گنگا کی وادی اور دہلی کے مغرب کی طرف بعض چھاو نیوں میں یکے بعد دیگرے بغاوت شروع ہونے لگی۔

1. بغاوت کا نمونہ

(PATTERN OF THE REBELLION)

اگر ان بغاوتوں کی تاریخوں کو تاریخ و ارتتیب سے رکھا جائے تو ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جوں جوں بغاوت کی خبر ایک سے دوسرے قصبے تک پہنچتی گئی ویسے ویسے سپاہی ہتھیار اٹھاتے گئے۔ ہر چھاو نی میں معاملہ ایک جیسا ہی تھا۔

فونگی اصل میں فارسی زبان کی اصطلاح ہے جو ممکن ہے فریک (جس سے فرانس کا نام پڑا ہے) سے اخذ کی گئی ہو۔ اکثر اردو اور ہندی میں غیر ملکی (مغربی) لوگوں کے لیے اس کا استعمال تو بین آمیز انداز میں کیا جاتا ہے۔

سپاہیوں نے اپنی کارروائی کا آغاز ایک خاص قسم کے اشارے (سگنل) سے کیا: بہت سے مقامات پر توپ کا گولہ داغا گیا یا نقارہ بجایا گیا۔ انھوں نے سب سے پہلے اسلحہ خانہ پر قبضہ کیا اور خزانہ کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد انھوں نے جیل خانہ، ٹیلی گراف آفس، ریکارڈ روم، بنگلوں اور سرکاری عمارتوں پر حملہ کیا اور تمام ریکارڈ جلا دیے۔ گورے لوگوں سے وابستہ ہر چیز اور ہر شخص ان کا نشانہ بنا۔ ہندو اور مسلمان دونوں کو متحد کرنے اور بغاوت کو فروغ دینے نیز فرنگیوں کا استیصال کرنے کے لیے ہندی، اردو اور فارسی میں اعلانات و اشتہارات جاری کیے جانے لگے۔

شکل 11.2

لکھنؤ میں عام لوگ سپاہیوں کے ساتھ مل کر انگریزوں پر حملہ کرتے ہوئے۔

جب بغاوت میں عام لوگ شامل ہونے لگے تو حملوں میں بھی وسعت آ گئی۔ بڑے شہروں



جیسے لکھنؤ، کان پور اور بریلی میں مہاجن اور متمول طبقہ بھی باغیوں کے غصہ کا نشانہ بنے لگے۔ کسان ان کو ظالم انگریزوں کے اتحادی کے طور پر دیکھتے تھے۔ بیشتر مقامات پر ان کے مکانات لوٹ لیے گئے اور تاخت و تاراج کر دیے گئے۔ سپاہیوں کی صفوں میں ہونے والی اس بغاوت نے جلد ہی ایک کھلی بغاوت کی شکل اختیار کر لی۔ اس موقع پر ہر قسم کے اقتدار اور نظام مراتب کی اعلائیہ نافرمانی ہوئی۔

مئی اور جون کے ان مہینوں میں باغیوں کی کارروائیوں کا انگریزوں کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ انفرادی طور پر اہل یورپ اپنی اور اہل خانہ کی زندگیوں کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ برطانوی حکومت کے بارے میں ایک برطانوی افسر نے لکھا تھا ”تاش کے پتوں سے بنے مکان کی طرح ڈھیر ہو گئی تھی۔“

ماخذ 1

غیر معمولی زمانے میں عام زندگی (Ordinary life in extraordinary times)

بغاوت کے مہینوں کے دوران شہروں میں کیا ہوا؟ ہنگامے کے ان مہینوں میں لوگ کیسے زندگی جی رہے تھے؟ معمولات زندگی کس طرح متاثر ہوئے؟ مختلف شہروں کی رپورٹیں روزمرہ کی سرگرمیوں کے ختم ہونے کے متعلق ہمیں کیا بتاتی ہیں؟ 14 جون 1857 کے ”دہلی اردو اخبار“ سے ان رپورٹوں کو پڑھیے:

یہ بات سبزیوں اور ساگ (پالک) کے معاملے میں بھی صادق آتی ہے۔ لوگ اس بات کی شکایت کر رہے ہیں کہ کدو اور ٹینگن تک بھی بازار میں نہیں پائے جاتے۔ آلو اور اروی جب کبھی ملتی بھی ہیں تو باسی اور سڑی گلی قسم کی جسے دور اندیش کچڑوں (سبزی فروش) نے پہلے سے ذخیرہ کر رکھا تھا۔ شہر کے اندر واقع باغیچوں سے بعض پیداوار شہر کے کچھ علاقوں تک پہنچ جاتی ہے لیکن غریب اور متوسط طبقہ کے افراد انھیں دیکھ کر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر لیتے ہیں۔ (چونکہ یہ چند افراد کے لیے ہی ہیں)

..... یہاں چند دیگر باتوں پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے جو لوگوں کے لیے کافی نقصان کا سبب بنی ہوئی ہیں وہ یہ کہ بھشتیوں (پانی بھرنے والے) نے پانی بھرنا بند کر دیا۔ غریب شرفا خود اپنے کاندھوں پر لگے میں پانی بھر کر لاتے تب کہیں جا کر صرف اہل خانہ کے ضروری کام جیسے کھانا بنانا وغیرہ ممکن ہو سکتے۔ حلال خور، حرام خور ہو گئے ہیں۔ بہت سے محلوں میں لوگ کئی دنوں کے لیے کمانے کے اہل نہیں ہیں اور اگر یہ حالت مسلسل بنی رہی تو پھر صحت کی خرابی، موت اور بیماریاں مل کر شہر کی آب و ہوا خراب کر دیں گی اور پورے شہر میں ایک وبا پھیل جائے گی یہاں تک کہ قرب و جوار کے علاقے بھی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے۔

ان دونوں رپورٹوں اور اس زمانے میں دہلی کے متعلق اس باب میں دیے گئے بیانات کو پڑھیے۔ یاد رکھیے کہ اخبارات کی خبریں اکثر اخباری نامہ نگاروں کے میلان خاطر کو ظاہر کرتی ہیں۔ اس تناظر میں دہلی اردو اخبار، لوگوں کے رد عمل کو کس نظر سے دیکھتا ہے؟

1.2 خبر رسانی کے طریقہ کار (Lines of communication)

مختلف مقامات پر بغاوت کے نمونہ میں یکسانیت کے لیے وجہ جزوی طور پر اس کی منصوبہ بندی اور تال میل میں پوشیدہ تھی۔ یہ بالکل واضح ہے کہ مختلف چھاؤنیوں میں سپاہیوں کی صفوں کے درمیان خبر رسانی کا سلسلہ موجود تھا۔ مئی کی ابتدا میں جب ساتویں اودھ اور یگولر کیولری نے نئے کارتوسوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو انھوں نے 48 نیپو انفنٹری کو تحریر کیا کہ ”ہم نے اپنے عقیدے کے لیے یہ کام کیا تھا اور 48 نیپو انفنٹری کے احکامات کا انتظار کر رہے ہیں۔“ سپاہی یا

ان کے سفیر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے تھے۔ چنانچہ لوگ بغاوت کے منصوبے بنا رہے تھے اور اس کے متعلق بات کر رہے تھے۔

ماخذ 2

سسٹن اور تحصیل دار (Sisten and the tahsildar)

بغاوت اور غدر برپا کرنے کے متعلق پیغامات کی اطلاع بہم رسانی کے تناظر میں سیتاپور میں تعینات ایک دیسی عیسائی پولس انسپکٹر سسٹن بتاتا ہے کہ وہ تسلیمات ادا کرنے سہارن پور مجسٹریٹ کے پاس گیا ہوا تھا۔ سسٹن ہندوستانی لباس پہنے ہوئے تھا اور آلتی پالتی مار کر بیٹھا تھا، اسی وقت بجور سے ایک تحصیل دار کمرے میں داخل ہوا۔ اسے علم ہوا کہ سسٹن اودھ سے آیا ہے۔ اس نے پوچھا ”اودھ سے کیا خبر ہے؟ کام کیسا چل رہا ہے، بھائی؟“ محتاط انداز میں سسٹن نے جواب دیا ”اگر ہمیں اودھ میں کام کرنا پڑتا ہے تو جناب عالی کو بھی علم ہو جائے گا۔“ تحصیل دار نے کہا ”اس پر بھروسہ رکھیے، اس بار ہم کامیاب ہوں گے، معاملات کی رہنمائی قابل ہاتھوں میں ہے۔“ بعد میں تحصیل دار کی شناخت بجور کے باغیوں کے اہم ترین لیڈر کے طور پر ہوئی تھی۔

بغاوتی اپنے منصوبوں کی اطلاعات کن طریقوں سے پہنچاتے تھے اور کس طرح تبادلہ خیال کرتے تھے، اس کے متعلق اس بات چیت سے کیا خیال ظاہر ہوتا ہے؟ تحصیل دار نے سسٹن کو ایک احتمالی باغی کیوں سمجھا تھا؟

بغاوتوں کا نمونہ اور شہادتوں کا سلسلہ جوڑنے سے خیال ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں کسی حد تک منصوبہ بندی اور تال میل موجود تھا، جس سے انتہائی اہم سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ منصوبے کس طرح بنائے گئے ہیں؟ منصوبہ ساز کون تھے؟ دستیاب دستاویزات کی بنیاد پر اس طرح کے سوالات کے راست جوابات دینا مشکل امر ہے، لیکن ایک واقعہ اس بارے میں ایک سراغ دیتا ہے کہ بغاوتیں کس طرح منظم ہوئی ہوں گی۔ بغاوت کے دوران اودھ ملٹری پولس کے کیپٹن ہیریسی کا تحفظ اس کے ہندوستانی ماتخوں کے ذریعہ دیا گیا تھا۔ جہاں کیپٹن ہیریسی تعینات تھا وہیں 41 ویں نیو انفنٹری تعینات تھی۔ انفنٹری کا اصرار تھا چونکہ وہ اپنے تمام سفید افسروں کو ختم کر چکے ہیں اس لیے ملٹری پولس کو ہیریسی کو بھی مارنا ہو گا یا اسے گرفتار کر کے 41 ویں نیو انفنٹری کے سپرد کرنا ہو گا۔ ملٹری پولس نے دونوں طرح کے اصرار ماننے سے انکار کر دیا اور یہ طے کیا گیا کہ معاملہ کا تصفیہ کرنے کے لیے ہر رجمنٹ کے دیسی افسروں کی ایک پنچایت بلائی جائے۔ بغاوت کے ابتدائی مورخین میں سے ایک چارلس بال لکھتا ہے کہ یہ پنچایت رات کو کان پور سپاہی لائنس میں بلائی گئی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ فیصلے اجتماعی طور پر لیے جا رہے تھے۔ اور اس امر واقعہ کا علم بھی ہوتا ہے کہ سپاہی ان لائنس میں رہتے ہوئے اور ایک مشترکہ زندگی میں شریک کار تھے

غدر / بغاوت (Mutiny) کے معنی مسلح افواج کے اندر توازن اور ضوابط کی اجتماعی نافرمانی ہیں بغاوت (Revolt) کے معنی مستقل بنیاد پر قائم اقتدار و طاقت کے خلاف لوگوں کی بغاوت ہے۔ اصطلاح (Revolt) (بغاوت) اور (Rebellion) (بغاوت) کا استعمال ہم معنی کے طور پر بھی کر سکتے ہیں۔

1857 کی بغاوت کے تناظر میں اصطلاح بغاوت (Revolt) کا حوالہ ابتدائی طور پر غیر فوجی آبادی کی شورش و بغاوت (کسانوں، زمین داروں، راجاؤں، جوت داروں) کے لیے دیا جاتا ہے۔ اگرچہ بغاوت (Mutiny) سپاہیوں کی بغاوت تھی۔

اور ان میں سے بیشتر ایک ہی ذات سے آئے تھے اس لیے یہ قیاس کرنا مشکل نہیں ہے کہ وہ یکجا ہو کر اپنی قسمت کے فیصلے لے رہے ہوں گے۔ یہ سپاہی اپنی بغاوت کے خالق خود ہی تھے۔

1.3 قائد اور پیروکار (Leaders and followers)

انگریزوں سے لڑنے کے لیے قیادت اور تنظیم کی ضرورت تھی۔ اس کے لیے کئی مرتبہ باغیوں نے ایسے لوگوں کی طرف رخ کیا جو انگریزوں کی فتح سے قبل قائد رہ چکے تھے۔ میرٹھ کے سپاہیوں نے سب سے پہلے جو کام کیے ان میں سے ایک یہ تھا کہ وہ دہلی کی طرف دوڑے اور بوڑھے مغل بادشاہ سے بغاوت کی قیادت قبول کرنے کی درخواست کی جس میں وہ قہمی لگا۔ بہادر شاہ ظفر کا پہلا رد عمل خوف اور انکار تھا۔ یہ صرف اس وقت ہو پایا جب کچھ سپاہی لال قلعہ کے دربار کے اندر حسب معمول درباری آداب و رسوم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے داخل ہو گئے تھے، چونکہ بوڑھے بادشاہ نے یہ حقیقت سمجھ لی تھی کہ اس کے پاس انتخاب کم ہیں اس لیے وہ بغاوت کے برائے نام لیڈر بننے کے لیے راضی ہو گئے۔

ہر جگہ چھوٹے پیمانے پر اسی طرح کے مناظر سامنے آئے۔ کان پور میں سپاہیوں اور عوام نے پیشوا باجی راؤ دوم کے جانشین نانا صاحب کے سامنے یہ بات رکھی، اُن کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ بغاوت میں باغیوں کے لیڈر کے طور پر شامل ہوں۔ جھانسی میں عوام کے دباؤ سے مجبور ہو کر رانی کو خود کو بغاوت کا لیڈر ماننا پڑا۔ اسی طرح کا معاملہ بہار میں آرا کے مقامی زمین دار کنور سنگھ کے ساتھ تھا۔ اودھ میں جہاں مقبول عام نواب واجد علی شاہ کی بے دخلی اور ریاست کا الحاق لوگوں کے ذہنوں میں ابھی تازہ تھا لکھنؤ میں برطانوی حکومت کے زوال کے بعد نواب کے نوجوان بیٹے برجیس قدر کے باغیوں کا لیڈر بننے پر عوام نے خوشیاں منائیں۔

ہر جگہ قائد دربار سے وابستہ افراد — رانیاں، راجا، نوابین اور تعلقہ دار نہیں اکثر بغاوت کا پیغام عام آدمی، خواتین نیز مذہبی افراد کے ذریعہ جارہا تھا۔ میرٹھ سے ایسی خبریں آرہی تھیں کہ وہاں ہاتھی پر سوار ایک فقیر دیکھا گیا جس سے سپاہی لگا تار ملاقات کرنے جاتے تھے۔ اودھ کے الحاق کے بعد لکھنؤ میں بہت سے مذہبی قائد اور خود ساختہ پیغمبر برطانوی حکومت کو تباہ و برباد کرنے کی تبلیغ کر رہے تھے۔

دیگر جگہوں پر مقامی قائد ابھرے جو کسانوں، زمین داروں اور قبائلیوں کو سخت تاکید کرتے تھے۔ شاہل نے اتر پردیش میں بڑوت پرگنہ کے گاؤں کے لوگوں کو منظم کیا۔ چھوٹا ناگ پور میں سنگھ بھوم کے قبائلی کاشت کار گونو علاقے کے کول قبیلے کے باغیوں کا لیڈر بن گیا۔



شکل 11.3

رانی لکشمی بائی کی ایک مقبول عام شبیہ



شکل 11.4

نانا صاحب

1857 کے آخر میں جب بغاوت فرو ہو گئی تو نانا صاحب بھاگ کر نپال چلے گئے۔ جسے افسانوی انداز میں اُن کی ہمت اور بہادری کا حصہ بتایا جاتا ہے۔

1857 کے دوباغی

شاہل

شاہل اتر پردیش کے پرگنہ بڑوت کے ایک بڑے گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اُن کا تعلق ایک جاٹ کسان خانوادے سے تھا جس کی قربانت داری چوراسی دیس (چوراسی گاؤں) تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس علاقے کی زمین آب پاشی سے بھرپور اور زرخیز تھی۔ یہ زمین زرخیز اور سیاہ چکنی مٹی والی تھی۔ بہت سے گاؤں والے خوش حال تھے اور برطانوی زمین مال گزاری نظام کو نالمانہ مانتے تھے کیونکہ لگان کا مطالبہ زیادہ اور اس کی وصولیابی بے لوج یعنی سخت تھی۔ اس وجہ سے کسان اپنی زمین باہری لوگوں یعنی تاجروں اور مہاجنوں کے ہاتھوں میں دیتے جا رہے تھے جو اس علاقے میں آ رہے تھے۔

شاہل نے چوراسی دیس کے گاؤں کے کھیا اور کسانوں کو جمع کرنا شروع کیا، انھوں نے راتوں میں ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں سفر کیا اور لوگوں کو برطانوی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کے لیے اصرار کیا۔ بہت سے دیگر علاقوں کی طرح یہاں بھی انگریزوں کے خلاف بغاوت، ظلم اور نا انصافی کی تمام علامات کے خلاف ایک عام بغاوت میں تبدیل ہو گئی۔ کسان اپنے کھیت چھوڑ کر نکل پڑے اور مہاجنوں نیز تاجروں کے مکانات کو تاخت و تاراج کر دیا۔ بے دخل زمین مالکوں نے ان زمینوں پر قبضہ کر لیا جن کو وہ کھو چکے تھے۔ شاہل کے آدمیوں نے سرکاری عمارتوں پر حملہ کر دیا۔ ندی پر بنے پل کو تباہ کر دیا اور پختہ سڑکوں کو کھود دیا کیونکہ جزوی طور پر سرکاری افواج کو اپنے علاقے میں آنے سے روکنا تھا۔ وہ نیز پلوں اور سڑکوں کو کچھ حد تک برطانوی حکومت کے مظہر کے طور پر بھی دیکھتے تھے۔ انھوں نے دہلی میں بغاوت کرنے والے سپاہیوں کو رسد بھیجی اور برطانوی ہیڈ کوارٹر نیز میرٹھ کے درمیان تمام خبر رسانی کا سلسلہ روک دیا۔ مقامی طور پر راجہ تسلیم کیے جانے والے شاہل نے ایک انگریز افسر کے بیٹے پر قبضہ کر لیا اور اس کو ”انصاف کے ایوان“ میں تبدیل کر دیا جہاں وہ جھگڑوں کا تصفیہ اور فیصلے دینے لگے۔ انھوں نے جاسوسی کا ایک حیرت انگیز نیٹ ورک قائم کیا تھا۔ ایک عرصے کے لیے اس علاقے کے لوگوں کو محسوس ہوا کہ ”فرنگی راج“ ختم ہو چکا اور ان کا اپنا ”راج“ آ گیا۔

شاہل جولائی 1857 میں ایک جنگ میں مارے گئے۔

مولوی احمد اللہ شاہ

مولوی احمد اللہ شاہ اُن علما میں سے ایک تھے جنھوں نے 1857 کی بغاوت میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ انھوں نے حیدر آباد میں تعلیم حاصل کی تھی اور چھوٹی عمر میں ایک خطیب و مبلغ بن گئے تھے۔ 1856 میں انگریزوں کے خلاف لوگوں سے جہاد اور بغاوت کا اصرار کرنے کے لیے انھیں ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں متحرک دیکھا گیا۔ وہ پاکی میں بیٹھ کر آگے ڈھول بجانے والوں اور پیچھے اپنے قبیعین کے ساتھ چلا کرتے تھے۔ اس وجہ سے عام طور پر وہ ”ڈنکا شاہ“ کے نام سے پکارے جانے لگے۔ برطانوی افسران اس وجہ سے پریشان تھے کہ ہزاروں لوگ مولوی کے قبیعین بنا شروع ہو گئے تھے اور بہت سے مسلمانوں نے انھیں الہامی پیغمبر کے طور پر دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ 1856 میں جب وہ دکنھنوپنے تو پولیس نے انھیں شہر میں خطبہ دینے سے روک دیا۔ بعد ازاں 1857 میں انھیں جیل میں بند کر دیا گیا۔ جب وہ جیل سے رہا ہوئے تو 22 ویں مئی انڈیئر نے انھیں اپنا لیڈر منتخب کر لیا۔ انھوں نے چہت کی مشہور جنگ لڑی جس میں ہماری لارنس کی قیادت والی برطانوی فوجوں کو شکست ہوئی تھی۔ مولوی صاحب کو ان کی جرأت اور طاقت کے لیے جانا جاتا تھا۔ فی الحقیقت بہت سے افراد مانتے تھے کہ وہ ناقابلِ تسخیر ہیں اور ان کے پاس جادوئی طاقت ہے نیز انگریز اُن کو مار نہیں سکتے۔ یہ اس یقین کی وجہ سے تھا جو انھوں نے لوگوں پر جزیوی طور پر اپنی عظمت و اقتدار کی بنیاد پر قائم کر لیا تھا۔

1.4 افواہیں اور پیش گوئیاں (Rumours and prophecies)

افواہوں اور پیش گوئیوں نے لوگوں میں عملی اقدام کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ میرٹھ سے جو سپاہی دہلی پہنچے تھے انھوں نے بہادر شاہ ظفر کو گائے اور سور کی چڑھے کا رتو سوں کے متعلق بتایا تھا کہ ان کا رتو سوں کو منہ سے چھیلیں گے تو ان کی ذات اور مذہب خراب ہو جائے گا۔ سپاہیوں کا یہ اشارہ این فیلڈ رائفل کے ان کا رتو سوں کی طرف تھا جو حال ہی میں ان کو ملے تھے۔ انگریزوں نے سپاہیوں سے وضاحت کرنے کی کوشش کی کہ اس معاملے میں ایسا نہیں ہے لیکن گائے اور سور کی چربی چڑھے نئے کا رتو سوں کے متعلق یہ افواہ شمالی ہندوستان کی چھاؤنیوں میں جنگل کی آگ کی طرح چاروں طرف پھیل گئی۔

اس افواہ کی اصل تلاش کی جاسکتی تھی۔ رائفل انسٹرکشن ڈپو کے کمانڈنٹ کیپٹن رائٹ نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ دم دم میں واقع اسلحہ خانہ میں کام کرنے والے ایک ”بچی ذات“ کے خلاصی نے جنوری 1857 کے تیسرے ہفتے میں ایک برہمن سپاہی سے اس کے ہی لوٹے سے پانی پلانے کے لیے کہا۔ برہمن سپاہی نے یہ کہتے ہوئے پانی پلانے سے انکار کر دیا کہ ”بچی ذات“ کے چھوٹے سے لونٹا ناپاک ہو جائے گا۔ رپورٹ کے مطابق خلاصی نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ جلد ہی تمہاری ذات برباد ہونے والی ہے چونکہ تمہیں بہت جلد گائے اور سور کی چربی چڑھے کا رتو سوں کو منہ سے چھیلنا ہوگا۔“ ہم اس رپورٹ کی صداقت کے متعلق کچھ نہیں جانتے لیکن ایک دفعہ یہ افواہ پھیلنا شروع ہو گئی تو برطانوی افسران کی طرف سے تمام یقین دہانیوں کے باوجود اس کو پھیلنے سے نہیں روکا جاسکا اور سپاہیوں کے درمیان اس کا خوف پھیل گیا۔

1857 تک، یہ واحد افواہ نہیں تھی جو شمالی ہندوستان میں پھیلی تھی بلکہ ایک افواہ یہ بھی تھی کہ برطانوی حکومت نے ہندوؤں اور مسلمانوں کی ذات اور مذہب کو تباہ کرنے کے لیے ایک بڑی سازش تیار کی ہے۔ افواہ کے مطابق اس مقصد کے لیے انگریزوں نے بازار میں فروخت ہونے والے آٹے میں گائے اور سور کی ہڈیوں کا سفوف ملا دیا ہے۔ قصبوں اور چھاؤنیوں میں سپاہیوں اور عام لوگوں نے آٹے کو چھونے سے بھی انکار کر دیا۔ یہاں ایک خوف اور بدگمانی تھی کہ انگریز ہندوستانیوں کو عیسائی بنانا چاہتے ہیں، یہ دہشت تیزی سے پھیلی، برطانوی افسران نے ہندوستانیوں کا خوف کم کرنے کی کوشش کی جو لا حاصل رہی۔ ان خدشات نے لوگوں کو ہنگامی اقدام کے لیے اکسایا۔ عملی قدم کے لیے دعوت کے رد عمل سے اس پیشین گوئی کے ذریعہ تقویت ملی کہ پلاسی 23 جون 1852 کو کی جنگ کے سو سال پورے ہوتے ہی برطانوی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔



شکل 11.5

ہنری ہارڈنگ کی فرانسس گرانٹ کے ذریعہ بنائی گئی تصویر، 1849

گورنر جنرل کے طور پر ہارڈنگ نے فوج کے آلات کی جدید کاری کی کوشش کی تھی۔ اس نے جن این فیلڈ رائفل کو فوج میں متعارف کرایا تھا اس میں شروع میں چربی چڑھے کا رتو سوں کا استعمال ہوتا تھا جس کے خلاف سپاہیوں نے بغاوت کی تھی۔

اس وقت صرف افواہیں ہی نہیں پھیل رہی تھیں بلکہ شمالی ہندوستان کے مختلف حصوں میں ایسی رپورٹیں بھی آرہی تھیں کہ گاؤں گاؤں میں چپائیاں تقسیم کی جارہی ہیں۔ ایک شخص رات میں آتا تھا اور گاؤں کے چوکی دار کو ایک چپاتی دیتا تھا اور پانچ مزید چپائیاں تیار کر کے اگلے گاؤں میں تقسیم کرنے کے لیے کہتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ چپائیاں تقسیم کرنے کا مطلب اور مقصد نہ اس وقت واضح تھا اور نہ آج تک واضح ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگ اسے آئندہ ہلچل کی علامت سمجھ رہے تھے۔

1.5 لوگ افواہوں پر کیوں یقین کر رہے تھے؟

(Why did people believe in the rumours?)

تاریخ میں ہم افواہوں اور پیشین گوئیوں کی طاقت کو نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ جانچ پڑتال کے ذریعہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ آیا یہ حقیقتاً صحیح ہیں یا نہیں۔ ہمیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ جو ان میں یقین کر رہے تھے ان کی ذہنی کیفیت کے متعلق اس سے کیا ترجمانی ہوتی ہے۔ ان کے خوف اور خدشات، ان عقائد اور ایمان کے متعلق کیا ترجمانی ہوتی ہے، افواہیں تبھی پھیلتی ہیں جب لوگوں کے ذہنوں میں شدید خوف اور شک کی آواز گونج رہی ہو۔

1857 میں شروع ہونے والی افواہوں کو جب 1820 کی دہائی سے انگریزوں کے ذریعہ اختیار کی گئی پالیسیوں کے تناظر میں دیکھنے پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ گورنر جنرل لارڈ ولیم بینٹ کی قیادت میں انگریز مغربی تعلیم، مغربی تصورات اور مغربی اداروں کے ذریعہ ہندوستانی سماج کی ”اصلاح“ کرنے کے مقصد سے مختلف پالیسیاں اختیار کر رہے تھے۔ ہندوستانی سماج کے بعض طبقوں کے تعاون سے انگریزی میڈیم یعنی ذریعہ تعلیم کے اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں قائم کی گئیں جن میں مغربی سائنس اور حریت پسندانہ (liberal) فنون پڑھائے جاتے تھے۔ انگریزوں نے سٹی کی رسم ختم کرنے (1829) اور ہندو بیوہ کو دوبارہ شادی کرنے کی اجازت دینے کے قوانین بنائے تھے۔

بد انتظامی اور گود لینے والے بچہ کو جانشین تسلیم کرنے سے انکار کرنا جیسے مختلف قسم کے بہانوں کے ذریعہ انگریزوں نے نہ صرف اودھ بلکہ بیشتر ریاستوں جیسے جھانسی اور ستارا کا الحاق کر لیا۔ جونہی ان علاقوں کا الحاق ہوتا انگریز وہاں اپنا نظم و نسق، قوانین، زمینی بندوبست اور مال گزاری اکٹھا کرنے کے طریقے رائج کر دیتے تھے۔ شمالی ہندوستان کے لوگوں پر ان سب کا مجموعی اثر گہرا تھا۔

C بحث کیجیے۔۔۔۔۔

اس حصہ کو ایک مرتبہ پھر پڑھیے اور ان طریقوں پر توجہ دیجیے جن سے بغاوت کے دوران لیڈر ابھرتے تھے اور ان اختلافات و یکسانیت کی وضاحت کیجیے جن پر آپ کی توجہ مبذول ہوئی۔ کن ہی دولیڈروں کے متعلق بحث کیجیے کہ عام لوگ ان کی طرف کس وجہ سے متوجہ ہوئے۔

لوگوں کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ جن چیزوں کو عزیز اور پاک سمجھتے ہیں — راجہ، بادشاہ اور سماجی مذہبی رسومات سے لے کر زمینی ملکیت کے نمونے اور مال گزاری تک — ان سب کو ختم کیا جا رہا ہے اور وہ ایک نظام کے ذریعہ بدل رہی ہیں جو زیادہ لاشخصی، بیگانہ اور ظالمانہ ہے۔ یہ احساس و شعور عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کے ذریعہ مزید سخت ہو رہا تھا۔ ایسی غیر یقینی حالت میں افواہیں غیر معمولی تیز رفتاری کے ساتھ پھیل رہی تھیں۔

1857 کی بغاوت کی بعض بنیادی تفصیلات کی چھان بین کرنے کے لیے اودھ پر غائرانہ نظر ڈالیں جو ان اہم مراکز میں سے ایک تھا جس سے 1857 کا واقعہ ظاہر ہوا تھا۔

2. اودھ میں بغاوت (AWADH IN REVOLT)

2.1 ”یہ شاہ دانہ ایک دن ہمارے منہ میں گرے گا“ (A cherry that will drop into our mouth one day)

1851 میں گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی نے اودھ کی ریاست کے ضمن میں ذکر کیا تھا کہ ”یہ شاہ دانہ ایک دن ہمارے منہ میں گرے گا۔“ پانچ سال بعد 1856 میں ریاست کا رسمی طور پر برطانوی سلطنت میں الحاق کر لیا گیا۔

فتح مرحلوں میں واقع ہوئی۔ 1801 میں امدادی معاہدہ (Subsidiary Alliance) اودھ پر عائد کیا گیا۔ اس معاہدے کی شرائط کے ذریعہ نواب کو اپنی فوجی طاقت ختم کر دینا، ریاست کے اندر انگریز فوجی دستوں کو تعینات کرنے کی اجازت دینا اور دربار سے وابستہ برطانوی ریزیڈنٹ کے مشورے کے مطابق کام کرنا تھا۔ مسلح افواج سے محروم نواب اپنی ریاست میں قانونی نظم و نسق بنائے رکھنے کے لیے روز افزوں انگریزوں پر منحصر ہوتا گیا۔ وہ باغی سرداروں اور تعلقہ داروں پر اب کنٹرول کرنے کا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔

دریں اثنا انگریزوں کی اودھ کے علاقے پر قبضہ کرنے میں دلچسپی روز افزوں بڑھتی جا رہی تھی۔ انھیں محسوس ہوتا تھا کہ وہ وہاں کی زمین نیل اور کپاس کی پیداوار کے لیے اچھی ہے۔ یہ علاقہ ایسی جگہ واقع تھا جہاں سے خارجی ہندوستان کے لیے بنیادی بازار کو ارتقا پذیر کیا جاسکتا تھا تاہم 1850 کی دہائی کی ابتدا تک ہندوستان کے تمام اہم علاقے: مراٹھا خطے، دوآب کا علاقہ، کرناٹک، پنجاب اور بنگال فتح کر لیے گئے تھے۔ تقریباً ایک صدی قبل بنگال کی فتح کے ساتھ شروع ہوا علاقائی الحاق کا عمل 1856 میں اودھ پر قبضے کے ساتھ مکمل ہونے کی امید تھی۔

ریزیڈنٹ، گورنر جنرل کے ذریعہ مقرر کیا ہوا نمائندہ ہوتا تھا۔ وہ ایسی ریاست میں رہتا تھا جو راست طور پر برطانوی حکومت کے تحت نہیں آتی تھی۔

2.2 ”جسم سے جان نکل چکی تھی“

(The life was gone out of the body)

لارڈ ڈلہوزی کے ذریعہ کیے گئے الحاق نے تمام علاقوں اور فرماں رواؤں میں بے اطمینانی پیدا کر دی تھی، لیکن اتنا غصہ کہیں اور نہ تھا جتنا شمالی ہند کے دل اودھ میں تھا۔ یہاں نواب واجد علی شاہ کو ناقص انتظام حکومت کے عذر کے ساتھ گدی سے اتار دیا گیا اور کلکتہ جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ برطانوی حکومت نے یہ بھی غلط فرض کر لیا کہ نواب واجد علی شاہ ایک غیر مقبول حکمران تھے، اس کے برخلاف لوگ ان کو بہت پیار کرتے تھے۔ جب وہ اپنے محبوب وطن لکھنؤ کو چھوڑ کر جا رہے تھے تو بیشتر افراد گریہ و ماتم کے گیت گاتے ہوئے کان پور تک ان کے پیچھے گئے تھے۔

نواب کی جلاوطنی سے نقصان اور رنج و ملال کے اس منظر کو کئی معاصر مشاہدین نے قلم بند کیا ہے۔ ان میں سے ایک نے لکھا تھا ”جسم سے جان نکل چکی تھی اور اس شہر کا جسم بے جان باقی رہ گیا تھا..... وہاں کوئی سڑک یا بازار اور گھر ایسا نہ تھا جس سے جان عالم کی جدائی میں سوہان روح کے ساتھ بلند آواز میں رونے کی آواز نہ آرہی ہو۔“ ایک لوک گیت میں ماتم کیا گیا کہ ”انگریز بہادر آئے اور ملک پر قبضہ کر لیا“ (انگریز بہادر آئے، ملک لئے لے لے ہو)

امدادی معاہدہ

(Subsidiary Alliance)

امدادی معاہدہ لارڈ ویلزی کے ذریعہ 1798 میں ایجاد کردہ ایک نظام تھا۔ ان تمام لوگوں کو جو یہ معاہدہ انگریزوں کے ساتھ کرتے تھے، چند شرائط قبول کرنی پڑتی تھیں:

(a) انگریز اپنے اتحادی کی طاقت و قوت کی بیرونی و خارجی دھمکیوں سے حفاظت کے لیے ذمہ دار ہوں گے۔

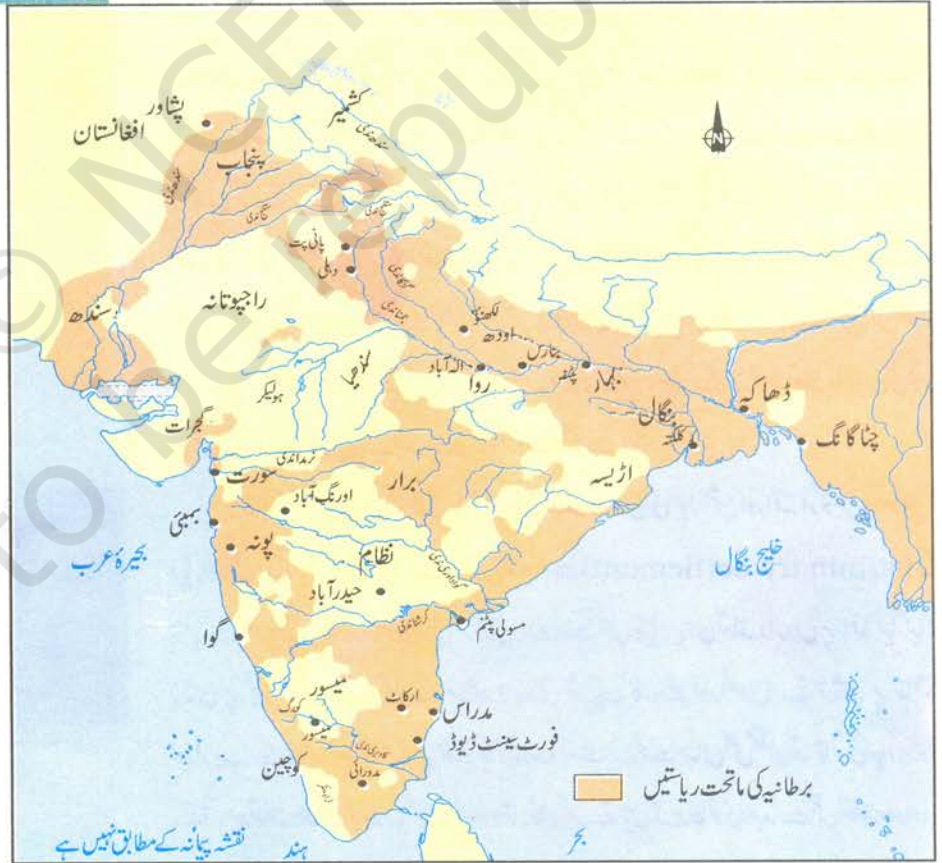
(b) اتحادی کی قلم رو میں ایک انگریز مسلح فوجی تعینات ہوگی۔

(c) اس مسلح فوجی تعینات کی نگہداشت کے لیے اتحادی کو وسائل مہیا کرانے ہوں گے۔

(d) اتحادی کسی دیگر حکمران کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں کر سکتا یا جنگ میں صرف انگریزوں کی اجازت کے ساتھ ہی مشغول ہو سکتا ہے۔

نقشہ 1

1857 میں انگریزوں کے کنٹرول میں ہندوستان کی قلم رو



یہ جذباتی تغیر عظیم فوری مادی نقصانات کے ذریعہ مزید سخت ہوا تھا۔ نواب کے ہٹائے جانے کے سبب دربار اور اس کا تمدن بھی ختم ہو گیا۔ اس طرح لوگوں کا ایک کامل سلسلہ — موسیقار، رقص، شاعر، دست کار، باورچی، خادم، انتظامی اہلکار اور بہت سے لوگوں نے اپنا ذریعہ معاش کھو دیا۔

2.3 فرنگی راج اور ایک دنیا کا خاتمہ

(Firangi raj and the end of a world)

اودھ میں شکوہ و شکایت کے ایک سلسلے نے شہزادوں، تعلقہ داروں، کسانوں اور سپاہیوں کو آپس میں جوڑ دیا تھا۔ وہ ”فرنگی راج“ کے آنے کو مختلف معنوں میں اپنی دنیا کے خاتمہ کی شکل میں دیکھنے لگے۔ وہ چیزیں ٹوٹ رہی تھیں جو ان کے لیے قیمتی تھیں جن کی وہ عزت کرتے اور محبوب رکھتے تھے۔ 1857 کی بغاوت میں تمام پیچیدہ جذبات اور امور، روایات اور وفاداریاں خود سامنے آرہی تھیں۔ دوسری جگہوں کے مقابلے اودھ میں یہ بغاوت غیر ملکی نظام کے خلاف عوامی مزاحمت کی علامت بن گئی۔

اودھ کے الحاق سے صرف نواب ہی نہیں بلکہ اس علاقے کے تعلقہ دار بھی بے دخل ہو گئے تھے۔ اودھ کے دیہی علاقوں میں تعلقہ داروں کی جاگیریں اور قلعے بکھرے پڑے تھے جو کئی نسلوں سے دیہی علاقوں میں زمین اور اقتدار پر کنٹرول رکھے ہوئے تھے۔ انگریزوں کے آنے سے قبل تعلقہ دار باضابطہ مسلح افواج رکھتے تھے، وہ قلعہ جات تعمیر کرتے اور جب تک کہ وہ نواب کی بالادستی کو قبول کرتے رہتے اور اپنے تعلقہ کی مال گزاری ادا کرتے رہتے تب تک خود مختاری کا لطف اٹھاتے رہتے تھے۔ چند بڑے تعلقہ داروں کے پاس تو 12000 تک پیدل سپاہی ہوتے تھے حتیٰ کہ چھوٹے تعلقہ داروں کے پاس بھی تقریباً 200 پیدل سپاہی ہوتے تھے۔ انگریز ان تعلقہ داروں کی طاقت کو برداشت کرنے کے خواہش مند نہ تھے۔ الحاق کے فوراً بعد تعلقہ داروں کی فوج کو غیر مسلح کر دیا اور ان کے قلعہ جات تباہ کر دیے گئے۔

برطانوی زمین مال گزاری پالیسی نے تعلقہ داروں کی پوزیشن اور اقتدار کو مزید کھوکھلا کر دیا۔ الحاق کے بعد 1856 کے جامع بندوبست (summary settlement) کے نام سے معروف پہلا برطانوی مال گزاری بندوبست اس بنیاد پر ان تعلقہ داروں پر نافذ کیا گیا جو زمین پر غیر مستقل حد بندی کے ساتھ زبردستی شریک کار تھے اور انھوں نے زمین پر طاقت اور فریب کے ساتھ قبضہ قائم کر لیا تھا۔ جامع بندوبست کے تحت جہاں بھی ممکن تھا قانونی چارہ جوئی کے ذریعہ تعلقہ داروں کو ہٹا دیا گیا۔ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ برطانوی عہد سے قبل تعلقہ دار اودھ

نواب صاحب رخصت ہو چکے
(The Nawab has left)

ایک دوسرے گیت میں حکمران کی تباہ حالی پر آہ و بکا کی گئی ہے جسے اپنے مادر وطن کو چھوڑنا پڑا:
شرفا اور کسان سب مل کر رو رہے تھے اور تمام
عالم آنسو بہا رہا تھا اور ماتم کر رہا تھا آہ! جان
عالم الوداع کہنے پر مجبور ہو گئے اور اپنے ملک
سے پردیس چلے گئے۔

اس پورے حصے کو پڑھیے اور مباحثہ
کیجیے کہ لوگ واجد علی شاہ کی روانگی سے
رنجیدہ کیوں تھے؟



شکل 11.5

اودھ کا ایک زمین دار، 1880

میں کل گاؤں کے 67 فی صد گاؤں پر قبضہ رکھتے تھے۔ جامع ہندو بست کے نفاذ کے ذریعہ تعداد کم ہو کر 38 فی صد رہ گئی۔ جنوبی اودھ کے تعلقہ داروں پر سب سے سخت مار پڑی، چند نے تو جن پر پہلے اُن کا قبضہ تھا، آدھے سے زیادہ گاؤں کھود دیے تھے۔

ماخذ 4

تعلقہ دار کیا سوچتے تھے

(What taluqdars thought)

تعلقہ داروں کے رویہ کو رائے بریلی کے نزدیک واقع کلاکتگر کے راجہ ہنونت سنگھ نے بے حد عمدہ ڈھنگ سے ظاہر کیا۔ بغاوت کے دوران ہنونت سنگھ نے ایک انگریز افسر کو پناہ دی تھی اور محفوظ مقام تک پہنچایا تھا۔ افسر کو رخصت کرتے وقت ہنونت سنگھ نے اس سے کہا تھا:

صاحب آپ کے ملک کے لوگ اس ملک میں آئے اور ہمارے راجاؤں کو دھکیل دیا۔ آپ اپنے افسران کو بھیج کر ضلعوں میں جاگیروں کی حق ملکیت کا معائنہ کراتے ہیں۔ ایک ہی جھگڑے میں آپ نے مجھ سے میری زمین چھین لی جو میرے خاندان کی قدیم عہد سے تھی۔ میں نے اطاعت اختیار کر لی۔ اچانک آپ کی بد قسمتی شروع ہو گئی۔ اس زمین کے لوگ آپ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے، تب آپ میرے پاس آئے جس کو آپ نے محروم کر دیا تھا، میں نے آپ کو بچایا، لیکن اب اب میں اپنے خادموں کو لے کر لکھنؤ جا رہا ہوں تاکہ آپ کو ملک سے باہر نکالنے کی کوشش کروں۔

یہ اقتباس تعلقہ داروں کے رویہ کے بارے میں آپ کو کیا بتاتا ہے؟ اس زمین کے لوگوں سے ہنونت سنگھ کا کیا مطلب تھا؟ ہنونت سنگھ نے لوگوں کے غصہ کی کیا وجہ بیان کی؟

برطانوی زمین مال گزاری افسران کو یقین تھا کہ وہ تعلقہ داروں کو ہٹا کر زمین کو اس کے حقیقی مالک کو بخش دینے کے اہل ہوں گے اور اس طرح کسانوں کے استحصال میں کمی آئے گی۔ اس طرح ریاست کی مال گزاری وصولی میں اضافہ ہوا لیکن کسانوں سے مال گزاری مطالبہ کے بوجھ میں کمی نہیں آئی۔ افسران کو جلد ہی پتہ چل گیا کہ اودھ کے وسیع علاقے کا تخمینہ حقیقتاً کافی بڑھا چڑھا کر کیا گیا تھا۔ بعض علاقوں میں مال گزاری مطالبہ میں 30 سے 70 فی صد اضافہ ہو گیا تھا۔ اس طرح نہ تو تعلقہ داروں کے اور نہ ہی کسانوں کے پاس اس الحاق پر خوش ہونے کے اسباب باقی رہے۔

تعلقہ داروں کی بے دخلی کا مطلب ایک پورے سماجی نظام کا ٹوٹ جانا تھا۔ وفاداری اور سرپرستی کے جن رشتوں سے کسان تعلقہ داروں کے ساتھ بندھے تھے وہ درہم برہم ہو گیا۔ برطانوی عہد سے قبل تعلقہ دار ہی ظالم تھے لیکن بہت سے ان میں رحم دل سرپرست کی شبیہ بھی رکھتے تھے۔ وہ بقایا جات کی مختلف شکلوں میں کسانوں سے رقم تو وصول کرتے تھے لیکن اکثر وقت پڑنے پر کسانوں کا لحاظ بھی رکھتے تھے۔ اب انگریزوں کے تحت کسانوں سے لگان کا تخمینہ بڑھا چڑھا کر کرنے اور وصولیابی کے بے پک طریقے راست طور پر ظاہر ہونے لگے تھے۔ اب اس باب کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ مشکل حالات میں یا فصل خراب ہونے کی صورت میں ریاست کا مال گزاری مطالبہ کم ہو جائے گا یا وصولیابی ملتوی کر دی جائے گی یا یہ کہ کسانوں کو تیسو ہاروں کے موقع پر قرض اور مدد مل پائے گی جو کہ پہلے تعلقہ دار مہیا کر دیا کرتے تھے۔

ان جگہوں میں جیسے اودھ جہاں 1857 میں مزاحمت بہت ہی زیادہ اور دیر تک رہی، لڑائی تعلق داروں اور ان کے کسانوں کے ذریعہ چلائی جا رہی تھی ان میں بہت سارے تعلق دار اور اودھ کے نواب کے وفادار تھے اور وہ بیگم حضرت محل کے ساتھی لکھنؤ میں انگریزوں سے لڑے۔ کچھ ان کی ہار تک ان کے ساتھ رہے۔

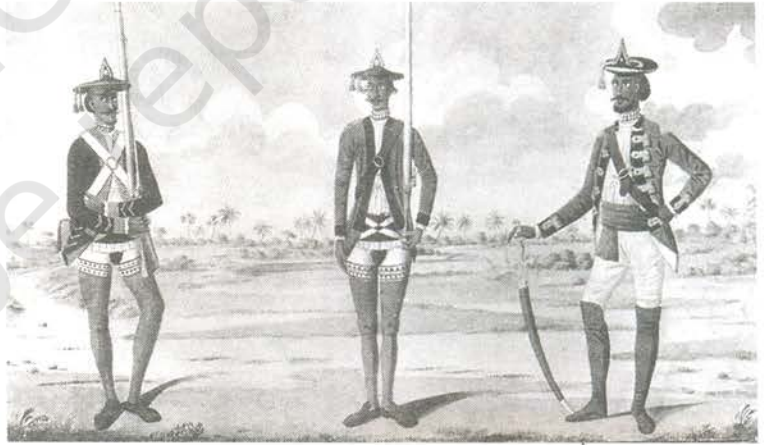
کسانوں کی شکایتیں فوجی بیروں میں پہنچنے لگی تھیں کیونکہ سپاہیوں کی اکثریت اودھ کے گاؤں سے ہی بھرتی کی گئی تھی۔ کئی دہائیوں سے سپاہی کم تنخواہ اور چھٹی حاصل کرنے کے سلسلے

میں پریشانی کی شکایت کر رہے تھے۔ 1850 کی دہائی تک آتے آتے ان کی بے اطمینانی کی دیگر وجوہات بھی پیدا ہو گئیں۔

1857 کی بغاوت سے پہلے ہی سپاہیوں کے اپنے اعلیٰ سفید افسران کے ساتھ رشتے معنی خیز انداز میں تبدیل ہو چکے تھے۔ 1820 کی دہائی میں سفید افسران سپاہیوں کے ساتھ ایک خاص حد تک دوستانہ رشتے بناتے تھے، وہ ان کی موج مستی کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے، ان کے ساتھ گشتی لڑتے، تلوار بازی کرتے اور شکار پر جاتے تھے۔ ان میں سے بہت سے انگریز روائی سے ہندوستانی بولتے اور ملک کے رسم و رواج اور تمدن سے خوب واقف تھے۔ یہ افسران سخت گیر اور پدرانہ شفقت دونوں رکھتے تھے۔

1840 کی دہائی میں یہ تبدیلی آنا شروع ہوئی۔ افسران کے اندر برتری کا ایک شعور پیدا ہوا اور سپاہیوں کو کم تر نسل کا مانتے ہوئے ان سے نازیبا سلوک کرنے لگے، ان کے احساسات پر تکبر سوار تھا۔ دشنام طرازی اور جسمانی تشدد عام بات ہو گئی چنانچہ سپاہیوں اور افسران کے درمیان فاصلہ بڑھ گیا۔ اعتماد کی جگہ شک و شبہات نے لے لی۔ چکنائی چڑھے کار تو سوں کا واقعہ اس کی نمایاں مثال ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ شمالی ہند کے دیہی علاقوں اور سپاہیوں کے درمیان ایک گہرا رابطہ موجود تھا۔ بنگالی فوج کے سپاہیوں کی اکثریت اودھ کے گاؤں اور مشرقی اتر پردیش سے بھرتی کی گئی تھی۔ اُن میں بہت سے افراد برہمن یا ”اعلیٰ ذات“ سے تعلق رکھتے تھے۔ فی الحقیقت اودھ کو ”بنگالی فوج کی پرورش گاہ“ کہا جاتا تھا۔ سپاہیوں کے خاندان اپنے ارد گرد جن تبدیلیوں کو دیکھ رہے تھے اور جو خطرے محسوس کر رہے تھے وہ جلد ہی سپاہی بیروں میں منتقل ہو گئے۔ اسی طرح نئے کار تو سوں کے متعلق سپاہیوں کا خوف، تعطیلات کے متعلق ان کی شکایتیں اور سفید



شکل 11.7

یورپی طرز کی وردی پہنے بنگال کے سپاہی

افسران کی طرف سے نسلی دشنام طرازی کی خبریں گاؤں میں بھی پہنچنے لگیں۔ سپاہیوں اور دیہی دنیا کے درمیان اس رابطے کے بغاوت کے طریق پر اہم اثرات مرتب ہوئے۔ جب سپاہی اپنے اعلیٰ افسران کی اعلانیہ نافرمانی کرتے تھے اور ہتھیار اٹھاتے تھے تو فوراً ہی گاؤں میں اُن کے ہم پیشہ لوگ ان کے ساتھ جڑ جاتے تھے۔ ہر جگہ کسان، ہجوم کی شکل میں شہروں میں پہنچ کر اور سپاہیوں نیز شہر کے عام لوگوں کے ساتھ متحد ہو کر بغاوت کے مجموعی عمل میں شامل ہو رہے تھے۔

بحث کیجیے

معلوم کیجیے کہ کیا آپ کی ریاست کے لوگوں نے 1857 کی بغاوت میں حصہ لیا تھا یا نہیں؟ اگر لیا تھا تو معلوم کیجیے کہ انھوں نے ایسا کیوں کیا تھا؟ اگر نہیں تو اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کیجیے۔

3. باغی کیا چاہتے تھے؟

(WHAT THE REBELS WANTED?)

بحیثیت فاتح انگریزوں نے اپنی تکالیف و مصائب، اور اس کے ساتھ ہی اپنی جاں بازی کے واقعات قلم بند کیے۔ انھوں نے باغیوں کو ایک احسان فراموشوں اور وحشیوں کا گروہ سمجھ کر خارج کر دیا۔ باغیوں کے استیصال کا مطلب یہ تھا کہ ان کی آواز کو خاموش کر دیا جائے۔ چند باغیوں کو ہی ان واقعات کے متعلق اپنا بیان قلم بند کرنے کا موقع ملا تاہم باغیوں میں زیادہ تر سپاہی اور عام لوگ تھے جو خواندہ یعنی پڑھے لکھے نہ تھے۔ اس طرح اپنے خیالات کا پروپیگنڈہ کرنے کے لیے اور لوگوں کو مائل کر کے بغاوت میں شامل ہونے کے لیے جاری کیے گئے بعض اعلانات اور اشتہارات کے علاوہ ہمارے پاس بہت زیادہ مواد نہیں ہے جس کی روشنی میں باغیوں کے تناظر کو سمجھا جاسکے۔ چنانچہ 1857 میں کیا ہو رہا تھا اسے از سر نو تحریر کرنے کی کوششوں میں ناگزیر طور پر انگریزوں کی لکھی تحریروں پر منحصر ہونا پڑتا ہے۔ اگرچہ یہ ماخذات افسران کی ذہنیت کو ظاہر کرتے ہیں اور باغی کیا چاہتے تھے اس کے متعلق ہمیں بہت کم بتاتے ہیں۔

3.1 اتحاد کی مدبرانہ بصیرت (The vision of unity)

1857 میں باغیوں کے اعلان میں آبادی کے سبھی طبقوں سے بلا لحاظ ذات و مذہب بار بار اپیل کی جاتی تھی۔ بہت سے اعلان مسلم شہزادوں کی طرف سے یا ان کے نام سے جاری کیے گئے تھے بلکہ یہاں تک کہ ان کے مخاطب میں ہندوؤں کے جذبات کا خیال رکھا گیا تھا۔ بغاوت کو ایک ایسی جنگ کے طور پر دیکھا گیا جس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا نقصان یا نفع برابر تھا۔ اشتہارات میں برطانوی عہد سے قبل کے ماضی پر توجہ دینے اور مغل سلطنت کے تحت مختلف قوموں کی بقائے باہمی کے ساتھ رہنے کی مدح سرائی کی جاتی تھی۔ بہادر شاہ ظفر کے نام کے تحت جو اعلان جاری کیا گیا تھا اس میں حضرت محمدؐ اور مہاویر دونوں کے معیار کے تحت لوگوں سے لڑائی میں شامل ہونے کی اپیل کی گئی تھی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ شورش کے دوران ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان فرق پیدا کرنے کی انگریزوں کی کوششوں کے باوجود شاید ہی کوئی مذہبی فرق دکھائی دیا ہو۔ مغربی اتر پردیش میں بریلی میں انگریزوں نے 1857 میں ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرنے کے لیے 50 ہزار روپیہ خرچ کیے تھے۔ ان کی یہ کوشش ناکام رہی۔

اعظم گڑھ اعلامیہ، 25 اگست 1857

(The Azamgarh Proclamation, 25 August 1857)

باقی کیا چاہتے تھے، اس کے متعلق ہماری معلومات کا یہ ایک اہم ماخذ ہے:

یہ سب جانتے ہیں کہ اس زمانے میں ہندوستان کے لوگ، ہندو اور مسلمان دونوں، ملحد و بے دین اور دغا باز انگریزوں کی ظلم و تعدی اور جارحانہ حکومت کے تحت تباہ و برباد ہیں لہذا ملک کے سبھی مالدار لوگوں خاص طور پر وہ لوگ جو کسی بھی طرح سے مسلم شاہی خاندان سے رشتہ رکھتے ہیں اور جن لوگوں کو روحانی رہنما اور آقا سمجھا جاتا ہے ان کا یہ لازمی فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی اور ملکیت کو عوام کی فلاح و بہبود کے لیے خطرے میں ڈال دیں.....

اپنے مذہب کے تحفظ کے لیے طویل عمر سے اپنے گھروں کو چھوڑ چکے اور ہندوستان سے انگریزوں کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکنے کے لیے اپنی بہترین کوشش کرنے والے بہت سے ہندو اور مسلمان سرداران بذات خود میرے سامنے پیش ہوئے اور ہندوستانی صلیبی جنگ (مذہبی جنگ) کے میدان میں حصہ لیا اور مجھے پوری امید ہے کہ جلد ہی مغرب سے بھی مدد ملے گی لہذا عوام کی اطلاع کے لیے موجودہ اشتہار کئی حصوں پر مشتمل جاری کیا جا رہا ہے اور یہ سب کی نہایت اہم ذمہ داری ہے کہ اس پر بااحتیاط غور کریں اور اس پر پابند عمل ہوں۔ اس مشترکہ مقصد میں جو مشترکہ مضطرب پارٹیاں حصہ لینا چاہتی ہیں لیکن جن کے پاس خود کے لیے مہیا کرنے کے وسائل نہیں ہیں، ان کو میری طرف سے اپنا روزانہ کا معاش قبول کرنا ہوگا اور یہ سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہندو اور مسلم دونوں کی پرانی کتابوں میں مجزائی کام کرنے والوں کی تحریروں میں اور نجومیوں و پنڈتوں کی پیشین گوئیوں میں..... سب حتمی طور پر متفق ہیں کہ ہندوستان میں یا کہیں بھی اب انگریزوں کے قدم زیادہ دن تک نہیں نک پائیں گے۔ لہذا یہ سب لوگوں کا فرض ہے کہ وہ انگریزوں کی حکمرانی کے مسلسل بنے رہنے کی امید چھوڑ دیں اور میرا ساتھ دیں اور مشترکہ اچھائی کو تقویت دینے میں اپنی انفرادی محنت و کوشش سے بادشاہی یا شاہی حکومت کے پاس و لحاظ کے مستحق بنیں اور اس طرح سے اپنے جداگانہ مقصد حاصل کریں۔ ورنہ یہ سنہری موقع ہاتھ سے پھسل گیا تو ہمیں اپنی بے عقلی پر پشیمان ہونا پڑے گا۔.....

شق I ”زمین داروں کی بابت“—یہ ظاہر ہے کہ زمین داری ہندو بہت طے کرنے میں انگریزی حکومت نے بے حساب ”جمع“ (مال گزاری مطالبہ) عائد کر دیا ہے اور بہت سے زمین داروں کو بے عزت اور تباہ و برباد کر دیا ہے۔ لگان کے بقایا جات کی وصولی کے لیے ان کی جاگیریں عوامی طور پر نیلام کر دی گئی ہیں۔ انتہا تو یہ ہے کہ ایک رعیت یا خادمہ یا غلام کے ذریعہ کیے گئے قانونی مقدمے پر بھی باعزت زمین داروں کو عدالت میں طلب کیا جا رہا ہے، مگر قرار کیا جا رہا ہے، قید میں ڈالا جا رہا ہے اور بے عزت کیا جا رہا ہے۔ زمین داروں کی بابت مقدمے بازی میں اسٹامپ کی بے انتہا قیمت اور دیوانی عدالت کے دیگر غیر ضروری اخراجات..... ان سب کا تخمینہ فریق مقدمہ کو ناوارا کرتا ہے۔ مزید برآں زمین داروں کے خزانے سے اسکولوں، اسپتالوں، برہمنوں وغیرہ کے لیے چندہ کے نام پر ہر سال ٹیکس لیے جا رہے ہیں۔ اس طرح کے استحصال بالجبر کا بادشاہی حکومت میں کوئی وجود نہیں ہوگا، لیکن اس کے برخلاف شاہی حکومت میں ”جمع“ کمتر رہے گی۔ زمین داروں کا وقار اور عزت محفوظ ہوگی اور ہر زمین دار اپنی زمین داری میں خود مختارانہ حکومت کرے گا۔.....

شق II ”تاجروں کی بابت“—یہ بات صاف ہے کہ اس بے دین و ملحد اور دغا باز برطانوی حکومت نے تمام عمدہ اور قیمتی تجارتی اشیاء جیسے نیل، کپڑے اور دیگر جہاز یا مال یعنی جہاز پر بار کیے جانے والے مال کی تجارت پر اجارہ داری قائم کر لی ہے۔ لوگوں کے لیے اب صرف ادنیٰ اشیاء کی تجارت ہی چھوٹی ہے..... مزید برآں ڈاک خرچ، جنگی اور اسکول کے لیے چندہ وغیرہ کے نام پر رقم تاجروں کے منافع سے ٹیکس کی شکل میں لے لیتے ہیں۔ ان تمام رعایتوں کے باوجود مہمل لوگوں کی شکایت پر یا مقدمہ کی صورت میں تاجروں کو قانوناً ذمہ دار مانتے ہوئے گرفتار اور ذلیل کرتے ہیں۔ جب بادشاہی حکومت بنے گی تو مندرجہ بالا تمام دھوکے بازی کی مشق ترک کر دی جائے گی۔ خشکی اور پانی کے راستے ہونے والی ہر چیز کی تجارت کسی اشتہا کے بغیر ہندوستان کے دیسی تاجروں کے لیے کھول دی جائے گی..... چنانچہ یہ ہر تاجر کی ذمہ داری ہے کہ وہ لڑائی میں حصہ لے اور بادشاہی حکومت کی اپنے آدمیوں اور اپنی دولت کے ساتھ مدد کرے.....

شق III ”سرکاری ملازمین کی بابت“۔ اب یہ راز کی بات نہیں ہے کہ برطانوی سرکار کے تحت انتظامی اور فوجی خدمات میں ملازمت کرنے والے دیہی (ہندوستانی) لوگوں کی بہت کم عزت ہے، ان کی تنخواہ کم ہے اور ان کے پاس انٹروسوئج کے طریقے نہیں ہیں۔ دونوں شعبوں میں بلند درجہ اور منافع کے سارے عہدے پوری طرح سے انگریزوں کو عطا کیے جاتے ہیں۔ لہذا انگریزوں کی خدمت کرنے والے تمام ہندوستانیوں کو اپنے مذہب اور مفاد کا احساس زندہ رکھنا لازم ہے اور انگریزوں کے تئیں اپنی وفاداری سے دست بردار ہو کر بادشاہی حکومت کا ساتھ دینا چاہیے اور انھیں فی الحال 200 اور 300 روپے فی ماہ تنخواہ حاصل ہوگی اور مستقبل میں اعلیٰ عہدوں کے مستحق ہوں گے۔

شق IV ”دست کاروں کی بابت“۔ یہ ظاہر ہے کہ یورپی لوگوں کے ذریعہ ہندوستان میں برطانوی اشیاء کے متعارف ہونے کے بعد بنگلوں، سوئی کپڑے بنانے والوں، بڑھئی، لوہاروں اور جوتا سازوں وغیرہ کو بے روزگار کر دیا گیا ہے، ان کے پیشوں پر قبضہ جمایا گیا ہے۔ چنانچہ ہر قسم کے دیہی دست کار بھکاری کی حالت میں پہنچ گئے ہیں، لیکن بادشاہی حکومت کے تحت دیہی دست کاروں کو بادشاہوں، راجاؤں اور دولت مند لوگوں کی خدمت میں بلا شرکت غیرے روزگار دیا جائے گا اور اس سے بلاشبہ ان میں یقینی خوش حالی آئے گی لہذا ان کارگریروں کو انگریزوں کی خدمت سے دست بردار ہونا چاہیے۔

شق V ”پنڈتوں، فقراء اور دیگر مذہبی علم افراد کی بابت“۔ پنڈت اور فقرا حسب ترتیب ہندو اور مسلمان مذاہب کے سرپرست ہیں اور یورپین دونوں مذاہب کے دشمن ہیں۔ چونکہ فی الحال مذہب کے واسطے ہی انگریزوں کے خلاف شدت سے جنگ جاری ہے لہذا پنڈتوں اور فقراء کا فرض ہے کہ خود کو میرے سامنے پیش کریں اور اس مقدس جنگ (جہاد) میں اپنی حصہ داری نبھائیں۔

اس اعلان میں برطانوی حکومت کے خلاف کون سے مسئلے اجاگر کیے گئے ہیں؟ ہر سماجی گروپ کے متعلق حصوں کو غور سے پڑھیے۔ اعلان کی زبان کی ضابطہ سازی پر دھیان دیجیے اور غور کیجیے کہ یہ اعلان کون سے مختلف النوع جذبات کو اپیل کر رہا ہے۔

ماخذ 6

سپاہی کیا سوچتے تھے؟ (What the sepoys thought?)

یہ باغی سپاہیوں کی عرضی میں سے ایک عرضی ہے جو ضائع ہونے سے باقی رہ گئی: ایک صدی قبل انگریز ہندوستان میں وارد ہوئے اور بتدریج اپنی ملازمت میں فوجی نفریاں قائم کرنے لگے اور ہر ریاست کے آقاہن گئے۔ ہمارے اجداد نے ہمیشہ ان کی خدمت کی اور ہم بھی ان کی خدمت میں داخل ہو گئے۔ خدا کی مہربانی سے اور ہماری مدد سے انگریزوں نے جس کو پسند کیا وہ مقام فتح کر لیا۔ اس کے لیے ہم میں سے ہزاروں ہندوستانی جوانوں کو قربانی دینی پڑی، لیکن ہم نے کبھی نہ کوئی معذرت کی یا بہانہ بنایا اور نہ ہی کبھی بغاوت کی۔

لیکن 1857 میں انگریزوں نے یہ حکم جاری کیا کہ نئے کارتوس اور ہندو قبیل جو انگلینڈ سے یہاں پہنچے تھے ہمیں دی جائیں گی۔ ان میں سے پہلی چیز یعنی کارتوسوں میں گائے اور سور کی چربی ملی ہوئی تھی اور ساتھ ہی ساتھ گھوٹے آٹے میں ہڈیوں کا پاؤڈر ملا کر کھلایا جا رہا تھا حتیٰ کہ یہ ایشیا ہر ایک پیدل فوج، گھوڑا سوار اور توپ خانہ رجمنٹ میں تقسیم کر دی گئیں۔

انھوں نے یہ کارتوس تھرڈ لائٹ کیوٹری کے سواروں (گھوڑا سواری فوجی) کو دیے اور انھیں ان کارتوسوں کو دانت سے کاٹنے کا حکم دیا۔ فوجیوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ کبھی بھی ان کو دانتوں سے نہیں کاٹیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کا مذہب اور عقیدہ تباہ ہو جائے گا۔

پرانگریز افسروں نے تین رجمنٹوں کے جوانوں کی پریڈ کرا دی۔ 1400 انگریز فوجی اور یورپین کی دیگر بٹالین کے فوجی اور گولانڈاز گھوڑ سواروں نے ان کو گھیر لیا۔ ہر پیدل رجمنٹ کے سامنے چھ توپیں رکھ دی گئیں۔ یہ توپیں چھڑوں سے بھری ہوئی تھیں اور 84 نئے فوجیوں کو گرفتار کر لیا گیا اور ان کو لوہے کی پیڑیوں میں ڈال کر جیل میں ڈال دیا گیا۔..... چھاؤنی کے سواروں کو اس وجہ سے جیل میں ڈال دیا گیا تھا تا کہ ہم خائف ہو کر نئے کار تو سوں کو دانتوں سے کاٹنے لگیں۔ اس واسطے ہم اور ہمارے ملک کے لوگ ایک ساتھ متحد ہو کر اپنے مذہب کے تحفظ کے لیے انگریزوں سے جنگ کریں۔ ہمیں دو سال تک جنگ جاری رکھنے کے لیے مجبور کیا گیا۔ مذہب اور عقیدے کے سوال پر جو راجہ اور سردار ہمارے ساتھ تھے وہ ابھی تک ہمارے ساتھ ہیں اور تمام قسم کی تکالیف برداشت کی ہیں۔ ہم دو سال تک اس لیے لڑے تھے تا کہ ہمارا عقیدہ اور مذہب پر اگندہ نہ ہو۔ اگر ایک ہندو یا مسلمان کا مذہب ضائع ہو گیا تو دنیا میں کیا باقی رہے گا؟

© اس عرضی میں جو اسباب فوجی بغاوت کے لیے بیان کیے گئے ہیں ان کا موازنہ تعلقہ دار (ماخذ 3) کے ذریعہ بیان کیے گئے اسباب کے ساتھ کیجیے۔

3.2 ظلم و تعدی کی علامات کے خلاف

(Against the symbols of oppression)

ان اعلانات میں برطانوی حکومت (یا جسے باغی ”فرنگی راج“ کہتے تھے) سے وابستہ ہر چیز کو پوری طرح مسترد کر دیا۔ انگریزوں کے ذریعہ کیے گئے ریاستوں کے الحاق کے لیے اور معاہدوں کو توڑنے کے لیے باغیوں نے انگریزوں کی ملامت کی۔ باغی لیڈروں کا کہنا تھا کہ انگریزوں پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

لوگوں کو اس بات پر غصہ تھا کہ کس طرح زمین مال گزاری تصفیوں نے چھوٹے اور بڑے دونوں طرح کے زمین مالکان کو بے دخل کر دیا تھا اور غیر ملکی کاروبار نے دست کاروں اور بنکروں کو تباہی و بربادی کے غار میں دھکیل دیا تھا۔ برطانوی حکومت کے ہر پہلو پر حملہ کیا جاتا تھا۔ فرنگیوں پر طرز زندگی کو تباہ کرنے کا الزام لگایا جاتا تھا جس سے وہ مانوس تھے اور جسے عزیز رکھتے تھے۔ باغی اپنی اس دنیا کی بحالی چاہتے تھے۔

یہ اعلانات ہندوؤں اور مسلمانوں کی ذات اور مذہب کو تباہ و برباد کرنے اور انھیں عیسائی بنانے کے عام خوف کو ظاہر کرتے تھے۔ یہ خوف اس زمانے میں گشت کرنے والی بہت سی افواہوں میں یقین کا نتیجہ تھا۔ لوگوں سے اصرار تھا کہ وہ مجتمع ہو جائیں اور اپنی طرز زندگی، مذہب، عزت اور شناخت کو بچانے کے لیے لڑیں۔ یہ جنگ ”وسیع عوامی بھلائی“ کی لڑائی تھی۔

بہت سے مقامات پر انگریزوں کے خلاف بغاوت ان تمام لوگوں پر حملے کی وسیع صورت اختیار کر لیتی تھی جو انگریزوں کے اتحادی یا مقامی طور پر ظالم کی شکل میں دیکھے جاتے تھے، اکثر باغی

شہر کے چند طبقے کو قصداً ذلیل کرنے کا موقع حاصل کر لیتے تھے۔ گاؤں میں انھوں نے مہاجنوں کے بھی کھاتوں کو جلایا اور ان کے گھروں کو تاخت و تاراج کر دیا۔ یہ کوشش اس بات کی مظہر تھی کہ باغی روایتی نظام مراتب کو ختم کر دینا چاہتے تھے، باغی تمام ظالموں کے خلاف تھے۔ یہ کوشش ایک متبادل تصویر کی جھلک پیش کرتی ہے شاید اس میں ایک سے زیادہ مساوات میں یقین رکھنے والے سماج کی تصویر نظر آتی ہے۔ اس طرح کی تصویر اعلانات میں واضح طور پر دکھائی نہیں دیتی جن میں ”فرنگی راج“ کے خلاف تمام سماجی گروہوں کو متحد کرنا مطلوب تھا۔

3.3 متبادل سیاسی اقتدار کی تلاش

(The search for alternative power)

ایک دفعہ برطانوی حکومت گرگئی تو باغیوں نے دہلی، لکھنؤ اور کانپور جیسے مقامات پر ایک طرح کے اقتدار کے ڈھانچے اور نظم و نسق کو قائم کرنے کی کوشش کی۔ بے شک یہ نظم و نسق ناپائیدار تھا لیکن یہ کوشش ظاہر کرتی ہے کہ باغی قیادت اٹھارہویں صدی کی انگریزوں سے قبل کی دنیا بحال کرنا چاہتی تھی اس لیے لیڈران نے ماضی کے درباری تمدن کی طرف رخ کیا۔ مختلف عہدوں پر تقرریاں کی گئیں۔ زمین مال گزاری کی وصولیابی اور فوجیوں کی تنخواہوں کی ادائیگی کے لیے انتظامات کیے گئے۔ لوٹ مار اور غارت گری روکنے کے احکامات جاری کیے گئے۔ اس کے ساتھ ہی انگریزوں کے خلاف لڑائی جاری رکھنے کے منصوبے بھی تیار کیے گئے۔ فوج میں کمان کی زنجیر یا سلسلہ قائم کیا گیا۔ ان تمام کوششوں میں باغی اٹھارہویں صدی کی مغل دنیا کی طرف پیچھے جا رہے تھے جو ایک ایسی دنیا تھی جو تمام چیزوں کا مظہر بن گئی تھی جس کو وہ کھو چکے تھے۔

باغیوں کے ذریعہ قائم انتظامی ڈھانچوں کا بنیادی مقصد جنگ کی ضروریات کو پورا کرنا تھا تاہم زیادہ تر معاملات میں یہ ڈھانچے انگریزوں کے کشت و خون کی کارروائی میں زندہ نہیں رہ سکتے تھے، لیکن اودھ میں جہاں انگریزوں کے خلاف مزاحمت کافی طویل ہو گئی وہاں لکھنؤ کے دربار میں جوابی حملے کے منصوبے بنائے جا رہے تھے اور 1857 کے آخری مہینوں اور 1858 کے ابتدائی حصے میں افسر شاہی نظام (درجہ بندی پر مبنی) قائم کیا گیا تھا۔

4. انسداد (REPRESSION)

1857 سے متعلق ہمارے پاس جتنی بھی رودادیں ہیں ان تمام سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انگریزوں کے لیے بغاوت کو دبانا آسان ثابت نہیں ہوا۔ شمالی ہند کو از سر نو تسخیر کرنے کے لیے فوجی دستوں کو روانہ کرنے سے قبل انگریزوں نے

بحث کیجیے.....
آپ کے خیال میں، باغیوں کے نقطہ نظر کو از سر نو تعمیر کرنے میں مؤرخین کو کون سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

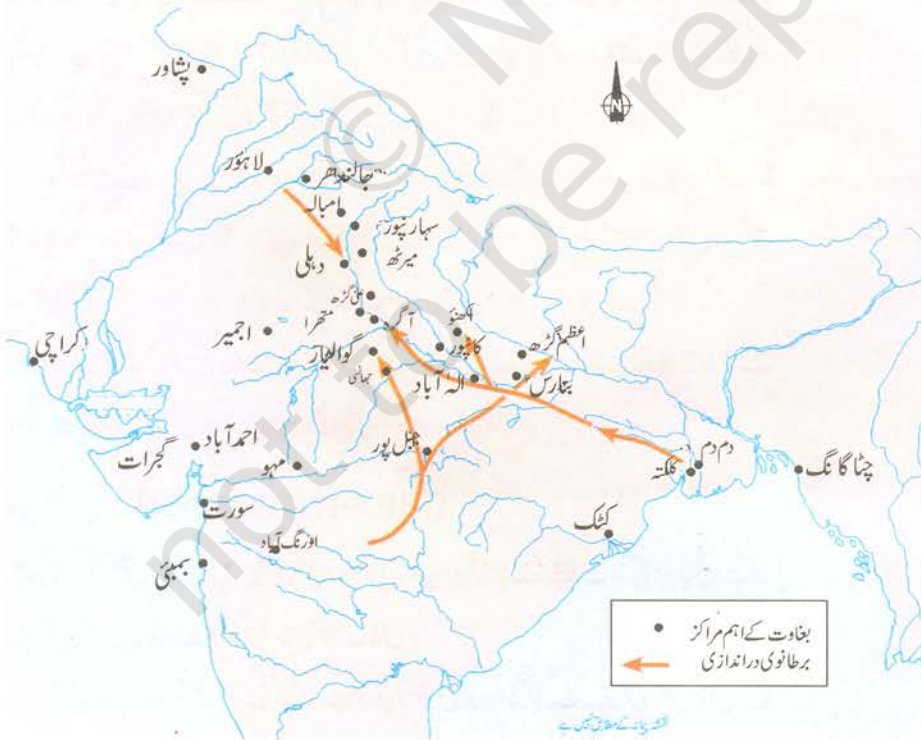
بغاوت کو فرو کرنے کے لیے فوجیوں کی مدد کے واسطے قوانین کا مربوط سلسلہ منظور کیا۔ مئی اور جون 1857 میں منظور کیے گئے متعدد ضابطہ قوانین (acts) کے ذریعہ نہ صرف پورے شمالی ہند میں مارشل لا لگا دیا گیا بلکہ فوجی افسران اور یہاں تک کہ عام انگریزوں کو بھی ان ہندووں کو جن پر بغاوت کرنے کا شبہ تھا سزا دینے کا اختیار دے دیا گیا۔ بالفاظ دیگر قانون اور مقدمہ کا عمل موقوف کر دیا گیا اور یہ سچی کی گئی تھی کہ بغاوت کی صرف ایک ہی سزا ہو سکتی تھی۔ موت۔

ان نئے مخصوص قوانین اور برطانیہ سے منگائی گئی امدادی فوج سے لیس انگریزوں نے بغاوت کو کچلنے کا کام شروع کر دیا۔ باغیوں کی طرح وہ بھی دہلی کی علامتی اہمیت کو تسلیم کرتے تھے لہذا انگریزوں نے دو طرفہ حملہ کیا۔ دہلی کو فتح کرنے کے لیے ایک فوج نے کلکتہ سے تو دوسری نے پنجاب کی طرف سے شمالی ہندوستان کی طرف کوچ کیا جو بڑے پیمانے پر پُر امن تھا۔ انگریزوں کی دہلی کو از سر نو فتح کرنے کی جو 1857 کی ابتدا میں سنجیدہ کوششیں شروع ہوئیں، آخر کار ستمبر کے اواخر میں شہر پر قبضہ کیا جاسکا۔ دونوں طرف سے زبردست جنگ اور نقصان ہوا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ واقعہ پورے شمالی ہند سے باغی دارالحکومت کی حفاظت کرنے کے لیے دہلی میں آگئے تھے۔

باغی اہل دیہات (Villagers as rebels)

اودھ کے دیہی علاقے سے ایک افسر نے لکھا تھا: اودھ کے لوگ شمالی ہند سے خبر سنانی کے رابطوں کو دبانے کے لیے بتدریج شدید باؤ بنارہے ہیں۔ اودھ کے لوگ دیہاتی ہیں۔ ان گاؤں کے لوگوں کو یوروپین نزدیک سے چھو بھی نہیں سکتے۔ وہ لوگ ان کے سامنے ایک دم بکھر جاتے ہیں اور پھر مجتمع ہو جاتے ہیں۔ انتظامی عہدے داران نے ان گاؤں والوں کے متعلق اطلاع دی ہے کہ ان کی تعداد مع ہندوؤں کے بہت زیادہ ہے۔

اس بیان کے مطابق گاؤں والوں کے خلاف کارروائی کرنے میں انگریزوں کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔



نقشہ 2

نقشے میں بغاوت کے اہم مراکز دکھائے گئے ہیں اور باغیوں کے خلاف انگریزوں کے حملے کے راستوں کو بھی دکھایا گیا ہے۔



شکل 11.8

دھلی کی پہاڑیوں پر واقع ایک جامع مسجد، فیلس
بی ریتو کے ذریعہ لیا گیا فوٹو گراف 58-1857۔
1857 کے بعد برطانوی فوٹو گرافروں نے غارت گری اور
مسامی کی لاتعداد تصاویر کھینچی تھیں۔

گنگا کے میدان میں بھی انگریزوں کی از سر نو فتح کا سلسلہ مدھم رہا۔ فوجوں کو ایک گاؤں
کے بعد دوسرے گاؤں کو فتح کرنا تھا۔ دیہات اور اس کے اطراف کے لوگ پوری طرح دشمن
تھے۔ جوں ہی انھوں نے اپنی بغاوت مخالف کارروائی شروع کی انگریزوں کو اندازہ ہو گیا کہ ان کا
واسطہ صرف فوجی بغاوت سے ہی نہیں ہے بلکہ اس شورش سے ہے جس کو زبردست عوامی حمایت
حاصل ہے۔ مثال کے طور پر اودھ میں فارسیٹھ (Forsyth) نامی انگریز افسر کا اندازہ تھا کہ تین
چوتھائی بالغ مرد آبادی بغاوت میں شامل تھی۔ یہ علاقہ طویل لڑائی کے بعد 1858 میں انگریزوں
کے کنٹرول میں آیا۔

انگریزوں نے بہت بڑے پیمانے پر فوجی طاقت کا استعمال کیا تھا۔ لیکن صرف یہ ہی ایک
آلہ نہیں تھا جس کا انھوں نے استعمال کیا ہو۔ موجودہ اتر پردیش کے بڑے حصے میں زمین مالکان
اور کسانوں نے مل کر انگریزوں سے متحدہ مزاحمت کی۔ انگریزوں نے اس اتحاد کو توڑنے کی کوشش
میں بڑے زمین مالکان سے وعدہ کیا کہ ان کی جاگیریں واپس کر دی جائیں گی۔ باغی زمین مالکان
کو ان کی زمینوں سے بے دخل کر دیا گیا اور وفادار زمین مالکان کو انعامات دیے گئے۔ بہت سے
زمین مالکان انگریزوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے یا وہ بھاگ کر نینپال چلے گئے جہاں وہ بیماری
یافاقہ زدگی سے مر گئے۔



شکل 11.9

فیلس بی ریتو کے ذریعہ لیا گیا فوٹو گراف 1858
یہاں ہمیں ایک زمانے میں نواب واجد علی شاہ کے
ذریعہ تعمیر کیے گئے عشرت باغ کے مسامر کھنڈرات
میں چار یک و تنہا انسانی شہیدہ نظر آرہی ہیں۔
1857 میں اس مقام کے قابض 2000 سے
زیادہ باغی سپاہیوں کو کمپ بیل کی قیادت میں
برطانوی فوجوں نے مار ڈالا۔ زمین پر بکھرے
پڑے انسانی پتھر بغاوت کے بے نتیجہ ہونے کی
سردوار تک دے رہے ہیں۔

5. بغاوت کی تصاویر

(IMAGES OF THE REVOLT)

ہم اس بغاوت کے بارے میں باغیوں کی سرگرمیوں سے متعلق اور اس کے اسناد کے اقدامات کے متعلق جن پر بحث کر رہے ہیں کیسے جان سکتے ہیں؟

باغیوں کے نقطہ نظر کے تعلق سے ہمارے پاس بہت کم دستاویزات ہیں البتہ باغیوں کے چند اعلانات اور اشتہارات ہیں اور اس کے ساتھ ہی باغی لیڈران کے چند خطوط موجود ہیں، لیکن اب تک مورخین انگریزوں کے ذریعہ لکھی گئی روداد کی روشنی میں ہی باغیوں کی کارروائیوں پر بنیادی طور پر مسلسل بحث کرتے آ رہے ہیں۔

بے شک سرکاری دستاویزات کثرت سے موجود ہیں جیسے نوآبادیاتی انتظام کاروں اور فوجی افراد نے اپنے خطوط، ڈائریوں، خودنوشت سوانح عمریوں اور سرکاری تاریخوں میں اپنے بیانات چھوڑے ہیں۔ غیر رسمی خطوط، رقعات (نوٹس)، حالت کی تشخیص اور پیش کی گئی رپورٹوں کے ذریعہ سرکاری میلان خاطر اور انگریزوں کے بدلتے رویے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان میں سے بہت سے ریکارڈوں کو ”فوجی بغاوت کے ریکارڈ“ پر مبنی کئی جلدوں میں یکجا کیا جاسکا ہے۔ یہ دستاویزات ہمیں افسران کے خوف و اضطراب نیز باغیوں کے تئیں ان کے تصور کے متعلق بتاتی ہیں۔ برطانوی اخبارات و رسائل میں بغاوت کی جو کہانیاں شائع ہوئی ہیں ان میں فوجی باغیوں کے تشدد کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں یہ کہانیاں عوام کے جذبات کو براہیختہ کرتی تھیں نیز انتقام اور جوابی کارروائی کے لیے اکساتی تھیں۔

انگریزوں اور ہندوستانیوں کے ذریعہ تیار کردہ پینٹنگ، پمپل سے بنی ڈرائنگ، تیزابی نقش نگاری، پوسٹر، کارٹون اور بازار پر پنٹس وغیرہ اس فوجی بغاوت کے اہم ریکارڈ ہیں۔ آئیے ان میں سے کچھ پر غور کریں اور دیکھیں کہ وہ ہمیں کیا بتاتی ہیں۔

5.1 نجات دہندوں کی ستائش (Celebrating the saviours)

برطانوی تصاویر شبیہوں کا ایک تنوع پیش کرتی ہیں جس کا مقصد مختلف طرح کے جذبات اور رد عمل کو براہیختہ کرنا تھا۔ ان میں سے بعض میں انگریزوں کو بچانے اور باغیوں کو کچلنے والے انگریز ہیرو کی یادیں تازہ کی گئی ہیں۔ 1859 میں تھامس جونز بارکر کے ذریعہ بنائی گئی پینٹنگ ”ریلیف آف لکھنؤ“ (لکھنؤ کی امداد)، اس قسم کی ایک مثال ہے۔ جب باغی فوجوں نے لکھنؤ کا محاصرہ کر لیا تھا تو لکھنؤ کے کمشنر ہنری لارنس نے عیسائی آبادی کو مجتمع کیا اور انتہائی قلعہ بند ریزینڈی میں پناہ لی



شکل 11.10
تھومس جونس بارکر کے ذریعہ
بنائی گئی ”ریلیف آف لکھنؤ“ نامی
تصویر 1859

تھی۔ لارنس مارا گیا لیکن کرنل انگلس کی کمان کے تحت ریزیڈنسی محفوظ رہی۔ 25 ستمبر کو جیمس اوٹرام اور ہنری ہیولوک وہاں پہنچے، انھوں نے باغی فوجوں کا قلع قمع کر دیا اور برطانوی محافظ فوج کو کمک پہنچائی۔ 20 دن بعد کولن کمپنیل جو ہندوستان میں برطانوی افواج کا نیا کمانڈر مقرر کیا گیا تھا، اپنی افواج کے ساتھ یہاں پہنچا اور برطانوی محافظ افواج کو محاصرہ سے آزاد کرایا۔ برطانوی بیانات میں لکھنؤ کا محاصرہ بقائے زندگی، بہادرانہ مزاحمت اور برطانوی حکومت کی قطعی فتح مندی کی کہانی بن گیا۔

بارکر کی پینٹنگ کیپٹنیل کے داخلہ کے لحاظ کے جشن کو دکھاتی ہے۔ کینوس کے وسط میں برطانوی ہیرو کمپنیل، اوٹرام اور ہیولاک کی شبیہیں ہیں، ان کے ارد گرد کھڑے لوگوں کے ہاتھوں کے اشارے کو دیکھنے پر تماشائی کی نگاہ تصویر کے مرکز کی طرف اٹھ جاتی ہے۔ یہ ہیرو میدان میں کھڑے ہیں جہاں کافی اجالا ہے، آگے کی طرف پرچھائیں ہے اور پس منظر میں تباہ شدہ ریزیڈنسی دکھائی دیتی ہے۔ تصویر کے اگلے حصے میں پڑے مردہ زخمی لوگ، محاصرے کے دوران کی مصیبت کا ثبوت ہیں جبکہ میدان کے وسط میں گھوڑوں کی قحیاب شبیہیں اس حقیقت پر زور دیتی ہیں کہ برطانوی اقتدار اور کنٹرول دوبارہ قائم ہو چکا ہے۔ اس نوعیت کی تصاویر سے انگریز عوام میں تسکین آمیزی پیدا ہوتی تھی نیز ان میں یہ شعور پیدا ہوتا تھا کہ پریشانی کا وقت قصہ پارینہ بن چکا ہے اور بغاوت ختم ہو چکی نیز انگریز فاتح بن چکے ہیں۔

5.2 انگریز خواتین اور برطانیہ کا وقار (English women and the honour of Britain)

اخباروں کی رپورٹیں عوام کے تخیل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہ واقعات کے تئیں لوگوں کے جذبات اور رویے کو ایک شکل دیتی ہیں۔ عورتوں اور بچوں کے خلاف ہونے والے تشدد کی کہانیوں سے مشتعل ہو کر بطور خاص برطانیہ میں انتقام لینے کے لیے عوامی مطالبہ ہونے لگا۔ انگریز حکومت سے معصوم خواتین کے وقار کی حفاظت اور بے یار و مددگار بچوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کا مطالبہ کرنے لگے۔ صدمے اور مصیبت کی ان کی بصری نمائندگی کے ذریعہ آرٹسٹوں نے ان جذبات کو ظاہر کیا مزید برآں ایک شکل بھی دی۔

فوجی بغاوت کے دو سال بعد جوزف نوئل پیٹون نے ”ان میموریم“ (یادیں) نامی تصویر (تصویر 11.11) بنائی جس میں یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ انگریز عورتیں اور بچے گھبرائے ہوئے ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے ہیں، بے یار و مددگار اور معصوم، بظاہر ناگزیر حالت میں — بے عزتی، تشدد



شکل 11.11

جوزف نوئل پیٹون کے ذریعہ

1859 میں بنائی گئی تصویر

”ان میموریم“

اور موت کا انتظار کرتے ہوئے۔ ”ان میموریم“ میں خون آلود تشدد نظر نہیں آتا۔ اس کی طرف یہ تصویر صرف خیال دلاتی ہے، یہ تماش بین کے تخیل کو جوش میں لاتی ہے اور جنون کو اکسانے کے درپے نظر آتی ہے۔ یہ باغیوں کی نمائندگی ایک تشدد اور وحشی کے طور پر کرتی ہے اگرچہ وہ تصویر میں نظر نہیں آتے۔ پس منظر میں برطانوی مددگار فوج کو محافظ کے بطور آتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے۔



شکل 11.12

کان پور میں مس و ہیلر سپاہیوں
سے اپنی حفاظت کرتے ہوئے۔



JUSTICE.

شکل 11.13

جسٹس، سچ، 12 ستمبر 1857 تصویر کے نیچے پینڈہ
پر یہ پڑھا جاسکتا ہے ”کان پور میں ہونے والے وحشت
ناک قتل عام کی خبر نے پورے انگلینڈ میں بدلہ لینے کے
لیے سرکش خواہش اور آتش غصہ کا طوفان پیدا کر دیا ہے۔“

دیگر خاکن اور تصاویر کے مجموعہ میں ہم کو عورتیں مختلف انداز میں نظر آتی ہیں۔ وہ بہادرانہ
انداز میں باغیوں کے حملے سے خود کو بچاتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ تصویر 11.12 کے مرکز میں
مس و ہیلر ثابت قدمی کے ساتھ کھڑی ہیں اور اپنی عزت کی حفاظت کے لیے اکیلے ہی باغیوں پر
جان لیوا حملہ کر رہی ہیں۔ اس طرح کی نمائندگی کرنے والی تمام تصاویر کی طرح یہاں بھی باغیوں کو
جن بھوتوں کی طرح دکھایا گیا ہے۔ یہاں چار ہٹے کئے آدمیوں کے ہاتھوں میں تلوار اور بندوق
لیے ایک عورت پر حملہ کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ یہاں اپنی عزت اور زندگی کی بقا کے لیے ایک
عورت کی جدوجہد کے ذریعہ فی الحقیقت ایک گہری مذہبی تعبیر کی نمائندگی کی گئی ہے۔ یہ عیسائیت
کے وقار کی بقا کی جنگ ہے، تصویر میں فرش پر پڑی ہوئی کتاب بائبل ہے۔

5.3 انتقام اور بدلہ (Vengeance and retribution)

جوں جوں برطانیہ میں غصہ اور صدمے کی لہریں پھیلیں ویسے ہی بدلہ لینے کے لیے مطالبہ
بلند ہوتا گیا۔ بغاوت کے متعلق بصری تصاویر اور خبروں نے ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا جس میں
انسداد اور انتقام دونوں کو واجب کے طور پر دیکھا جانے لگا۔ یہ ایسا تھا گویا انصاف کے مطالبہ کے
لیے برطانوی وقار اور اقتدار کو ملنے والے چیلنج کو بے رحمی سے کچلنا ضروری ہو۔ بغاوت سے خوفزدہ
انگریزوں کو محسوس ہوا کہ انھیں اپنی ناقابل تسخیر شبیہ کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ ایسا ہی ایک شبیہ
(تصویر 11.13) میں ہمیں ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں ڈھال لیے انصاف کی ایک

مثالی تصویر نظر آتی ہے۔ اس کا انداز حملہ آورانہ ہے، اس کے چہرے سے غصہ اور بدلے کے لیے خواہش ظاہر ہوتی ہے۔ وہ سپاہیوں کو اپنے پیروں سے روند رہی ہے جب کہ ہندوستانی اور بچوں کی بھیڑ خوف سے جھکی جا رہی ہے۔

شکل 11.14

تصویر کے نیچے پیندہ پر پہ پڑھا
جاسکتا ہے ”بنگال ٹائیگر سے
برطانوی شیر کا انتقام“، پینچ
1857 تصویر سے کیا خیال
سامنے آتا ہے؟

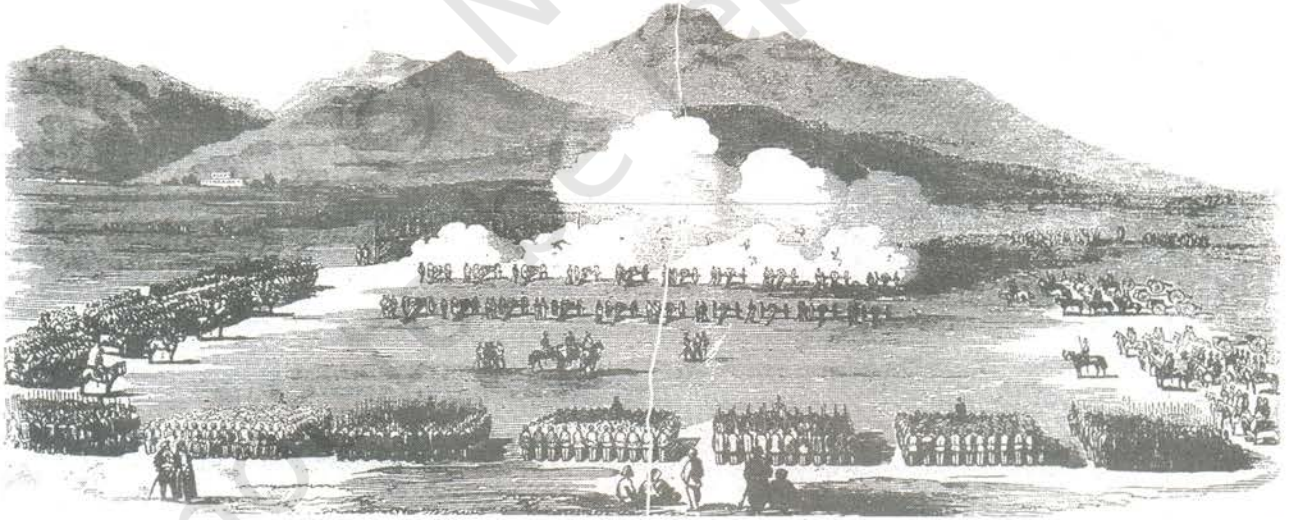


THE BRITISH LION'S VENGEANCE ON THE BENGAL TIGER

شیر اور چیتے کی تصویروں کے ذریعہ کیا ظاہر کیا گیا ہے؟
عورت اور بچے کی تصویر کیا بیان کرتی ہے؟

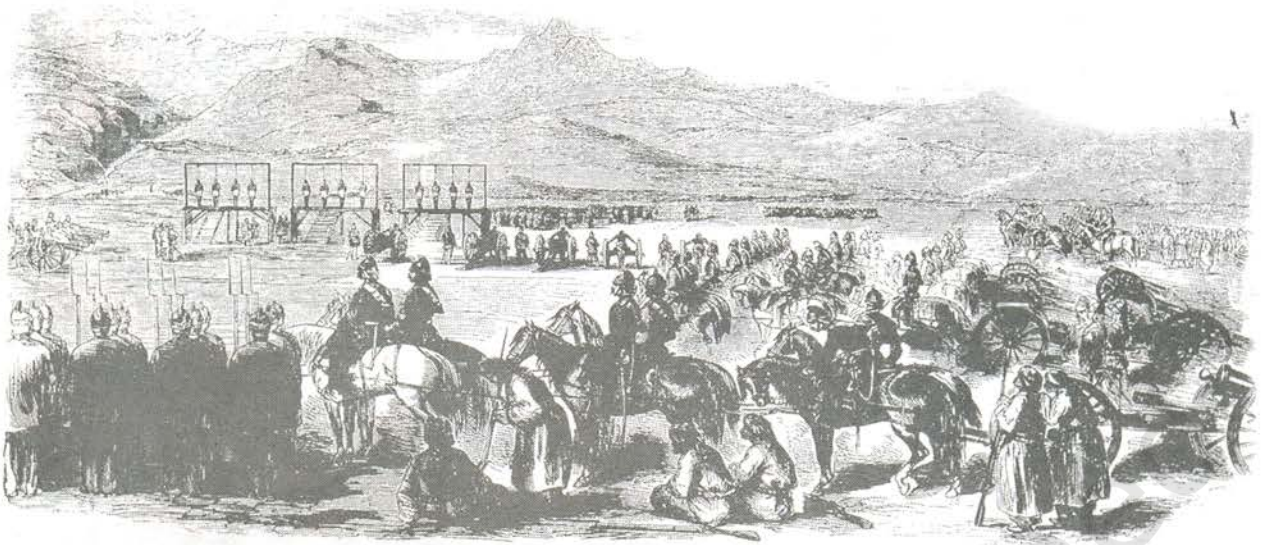
5.4 دہشت کا مظاہرہ (The performance of terror)

انتقام اور بدلے کا اصرار اس بات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ باغیوں کو کتنے ظالمانہ طریقے سے پھانسیاں دی گئیں۔ انھیں توپوں سے اڑا دیا گیا یا پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا۔ ان کی پھانسی کی سزاؤں کی تصاویر وسیع پیمانے پر مقبول عام رسائل میں شائع کی گئیں۔



شکل 11.15

”پشاور میں فوجی باغیوں کی ہلاکت، توپ سے اڑاتے ہوئے۔“ اسٹریٹ لندن نیوز، 3 اکتوبر 1857
گردن ماری کے اس منظر میں ڈرامے کا اسٹیج دکھائی دیتا ہے جہاں ڈرامہ انجام دیا گیا۔ ظالمانہ اقتدار کا ایک ڈرامائی منظر، پورے منظر میں باوردی گھوڑ سوار فوجی اور سپاہی غالب ہیں۔ انھیں اپنے ساتھی سپاہیوں کی گردن ماری دیکھنی ہے اور بغاوت کے آزرہ نتائج کا تجربہ کرنا ہے۔ برطانوی پولیس میں لا تعداد دیگر تصاویر اور کارٹون بھی تھے جو ظالمانہ انسداد اور پرتشدد انتقامی کارروائی کی تصدیق کرتے ہیں۔



شکل 11.16

پشاور میں باغی سپاہیوں کی ہلاکت، اسٹریٹ لندن نیوز، 3 اکتوبر 1857ء
ہلاکت کے اس منظر میں 12 باغی ایک قطار میں لٹکے ہوئے ہیں اور چاروں جانب توپیں تعینات ہیں۔ کیا آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ معمول کی سزا نہیں ہے، یہ دہشت کا مظاہرہ ہے۔ اس کے ذریعہ لوگوں کے اندر خوف پیدا کرنا ہے کہ سزا کی احاطہ بند جگہ پر احتیاط سے نہیں دی جاسکتی تھی اس کو ڈرامائی انداز میں کھلی جگہ پر پیش کرنا ضروری تھا۔

5.5 رحم کے لیے وقت نہیں (No time for clemency)

جب انتقام کے لیے شور و غوغا ہو رہا تھا اس وقت اعتدال پسندی کے لیے لوگ مضحکہ خیز بن کر رہ جاتے تھے۔ جب گورنر جنرل کننگ نے اعلان کیا کہ نرمی اور رحم دلی کے مظاہرے سے سپاہیوں کی وفاداری دوبارہ جیتنے میں مدد ملے گی۔ اس بات کے لیے برطانوی پولیس میں اس کا مذاق اڑایا گیا۔



THE CLEMENCY OF CANNING.

Cartoon by Punch. "WELL, THEN, THEY SHAN'T TROW HIM FROM NASTY GUNS, BUT HE MUST FINDING TO BE A GOOD LITTLE DEVIL."

ایک طنز و مزاح کے برطانوی رسالے پنچ (Punch) کے صفحات میں شائع ایک کارٹون میں کننگ کو ایک لچکدار (نیک) باپ کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ اس کا محافظ ہاتھ ایک سپاہی کے سر پر ہے جو ابھی تک ایک ہاتھ میں بے نیام تلوار اور دوسرے ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے ہے۔ دونوں سے خون نچک رہا ہے (تصویر 11.17)۔ یہ ایسے تصورات تھے جو اس وقت کی متعدد تصاویر میں بار بار آتے ہیں۔

شکل 11.17

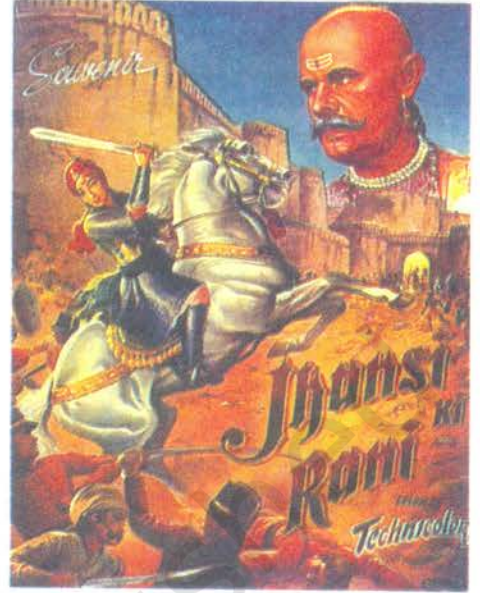
”کننگ کی نرم دلی“، پنچ، 24 اکتوبر 1857ء

کارٹون کے نیچے پیندہ میں آپ پڑھ سکتے ہیں ”گورنر جنرل: خوب، پھر وہ اسے غلیظ بندوقوں سے نہیں اڑائیں گے لیکن وہ ایک اچھا کم سن سپاہی بننے کا یقینی وعدہ کرے۔“

5.6 قوم پرست خیالی تصویر (Nationalist imageries)

بیسویں صدی میں قومی تحریک نے 1857 کے واقعات سے تحریک اخذ کی۔ قومی تصورات کی ایک پوری دنیا بغاوت کے ارد گرد بن دی گئی۔ اس کو پہلی جنگ آزادی کے طور پر بطور جشن منایا گیا۔ جس میں ہندوستان کی عوام کے ہر طبقے کے لوگوں نے مل کر سامراجی حکومت کے خلاف لڑائی لڑی۔

تاریخی تحریروں کی طرح ہی آرٹ اور ادب نے بھی 1857 کی یاد کو زندہ رکھنے میں مدد کی۔ بغاوت کے لیڈران کو بہادر ہستیوں کی شکل میں پیش کیا جاتا تھا جو ملک کو میدان جنگ کی طرف لے جا رہے تھے۔ لوگوں کو ظالمانہ سامراجی حکومت کے خلاف راست باز رہی کو بیدار کرنے کے لیے پیش کیا گیا۔ ایک ہاتھ میں تلوار لیے اور دوسرے ہاتھ میں گھوڑے کی لگام پکڑے اپنے مادر وطن کی آزادی کے لیے لڑائی لڑنے والی رانی کی بہادری کے متعلق اوالعزمانہ نظمیں لکھی گئیں۔ جہانسی کی رانی کو ایک ایسی طاقتور مردانہ شخصیت کے طور پر جو دشمنوں کا تعاقب کرتے ہوئے، برطانوی فوجیوں کو قتل کرتے ہوئے اور مردانہ وار آخری دم تک لڑتے ہوئے پیش کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں بچے سبھدرا کماری چوہان کا مصرعہ ”خوب لڑی مردانی وہ تو جہانسی والی رانی تھی“ پڑھتے ہوئے بڑے ہو رہے تھے۔ مقبول عام تصویروں میں رانی لکشمی بائی کی عموماً جنگی لباس (زرہ پوش)، ہاتھ میں تلوار لیے، گھوڑے پر سوار تصویر کشی کی جاتی ہے۔ یہ نا انصافی اور غیر ملکی حکومت کے خلاف مزاحمت کے مصمم ارادہ کی علامت ہے۔



شکل 11.18

فلموں اور پوسٹروں نے رانی لکشمی بائی کی ایک طاقتور مردانہ سورما کی شبیہ بنانے میں مدد کی

ان تصاویر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے بنانے والے جو مصور تھے وہ ان واقعات کو کیا سمجھتے تھے؟ وہ کیا محسوس کرتے تھے اور ان کے مد نظر کیا ذہن نشین کرانا تھا۔ تصاویر اور کارٹون کے ذریعہ ہم عوام کے متعلق خیال کر سکتے ہیں جو ان تصاویر کو دیکھتے تھے اور تعریف و تحقیر کرتے تھے اور ان کی نقول کو خرید کر اور از سر نو تیار کروا کر اپنے گھروں میں رکھتے تھے۔

یہ تصاویر جس دور میں تیار کی گئیں۔ اس وقت کے جذبات و احساسات کی ہی ترجمانی نہیں کر رہی تھیں بلکہ انھوں نے جذباتی معیار کو بھی ایک شکل دی۔ برطانیہ میں شائع تصاویر کے ذریعہ بہم رسا عوام باغیوں کے انسداد کی انتہائی ظالمانہ سزا کی مانگ کر رہی تھی۔ دوسری طرف بغاوت کے قوم پرست خیالی تصورات قوم پرست تخیل کوئی شکل دینے میں مدد کر رہے تھے۔

بحث کیجیے

اس سیکشن میں دی گئیں تصاویر کے ہر جز کی جانچ کیجیے اور بحث کیجیے کہ فن کار کے تناظر کی شناخت کرنے میں آپ کس طرح کی اجازت دیتے ہیں۔

ٹائم لائن

1801	اودھ میں ویلزلی کے ذریعہ امدادی معاہدہ متعارف ہوا
1856	نواب واجد علی شاہ کو معزول کیا گیا: اودھ کا الحاق
1856-57	انگریزوں کے ذریعہ اودھ میں جامع مال گزاری بندوبست کا آغاز
1857	
10 مئی	میرٹھ میں فوجی بغاوت کا آغاز
11-12 مئی	دہلی شہر کی محافظ فوج کی بغاوت: بہادر شاہ ظفر کا برائے نام قیادت قبول کرنا
20-27 مئی	علی گڑھ، اناوہ، مین پوری، ایٹھ میں سپاہیوں کی بغاوت
30 مئی	لکھنؤ میں شورش
مئی-جون	فوجی بغاوت کا عوام کی عام بغاوت میں تبدیل ہونا
30 جون	چمپا کی جنگ میں انگریزوں کی شکست
25 ستمبر	ہیولاک اور اسٹرام کی قیادت میں برطانوی افواج کا لکھنؤ ریزائیڈنسی میں داخلہ
جولائی	جنگ میں شاہ مل کی موت
1858	
جون	جنگ میں رانی جھانسی کی موت

شکل 11.19

بغاوتوں کے چہرے



100 سے 150 لفظوں میں جواب دیجیے۔



- 1- بہت سے مقامات پر باغی سپاہیوں نے پرانے حکمرانوں سے بغاوت کی قیادت مہیا کرانے کے لیے کیوں اصرار کیا؟
- 2- ان شواہد کے بارے میں بحث کیجیے جو باغیوں کی طرف سے منصوبہ بندی اور ہم آہنگی کو ظاہر کرتے ہیں۔
- 3- بحث کیجیے کہ کس حد تک مذہبی عقائد نے 1857 کے واقعات کو ایک شکل دی تھی؟
- 4- باغیوں کے درمیان اتحاد کو یقینی بنانے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی گئیں؟
- 5- انگریزوں نے بغاوت و سرکشی کو کچلنے کے لیے کیا اقدام کیے؟

مندرجہ ذیل پر ایک مختصر مضمون (تقریباً 250 سے 300 پر مشتمل) لکھیے:

- 6- خاص طور پر اودھ میں بغاوت دور دور تک کیوں پھیلی ہوئی تھی؟ کسان، تعلقہ دار، اور زمین دار بغاوت میں شامل ہونے کے لیے کیوں آمادہ تھے؟
- 7- باغی کیا چاہتے تھے؟ مختلف سماجی گروہوں کی بصارت میں کس حد تک فرق تھا؟
- 8- 1857 کے متعلق بصری نمائندگی (تصویریں) ہمیں کیا بتاتی ہیں؟ مورخین ان تصاویر کا تجزیہ کس طرح کرتے ہیں؟
- 9- اس باب میں پیش گوئی سے بھی دو ماخذ، ایک تصویری اور ایک اصل کتابی متن کی جانچ کیجیے اور بحث کیجیے کہ یہ فاتح اور مفتوح کے نقطہ نظر کی کس طرح ترجمانی کرتے ہیں؟

نقشہ کا کام

- 10- ہندوستان کے نقشے پر کلکتہ (کولکاتہ) بمبئی (ممبئی) اور مدراس (چنئی) کو نشان زد کیجیے جو 1857 میں برطانوی اقتدار کے تین اہم مرکز تھے۔ نقشہ نمبر 1 اور 2 کی طرف رجوع کیجیے اور ان علاقوں کو نشان زد کیجیے جہاں بغاوت سب سے زیادہ وسیع پیمانے پر تھی۔ یہ علاقے نوآبادیاتی شہروں سے کتنے قریب اور کتنے دور تھے؟

پروجیکٹ (کوئی ایک)

- 11- 1857 کی بغاوت کے لیڈروں میں سے کسی ایک کی سوانح عمری پڑھیے۔ سوانح نگار کے ذریعہ استعمال کیے گئے ماخذوں کا جائزہ لیجیے۔ کیا ان میں سرکاری رپورٹوں، اخباری بیانات، علاقائی زبان کی کہانیوں، بصری مواد یا کسی اور چیز کو شامل کیا گیا ہے۔ کیا سبھی ماخذ ایک جیسی بات کہتے ہیں یا ان میں اختلافات پائے جاتے ہیں؟ اپنے نتیجہ تحقیقات پر ایک رپورٹ تیار کیجیے۔
- 12- 1857 پر بنی کوئی ایک فلم دیکھیے اور بغاوت کو پیش کرنے کے طریقے کے متعلق لکھیے۔ اس میں انگریزوں، باغیوں اور ان لوگوں کو جو انگریزوں کے وفادار بنے رہے کی کس طرح تصویر کشی کی گئی ہے۔ یہ فلم کسانوں، شہری باشندوں، قبائلیوں، زمین داروں اور تعلقہ داروں کے متعلق کیا کہتی ہے؟ فلم کس قسم کے رد عمل کو ابھارنے کی کوشش کرتی ہے۔

مزید معلومات کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ کیجیے:

گوتم بھدرا، 1987،

فورری بیل آف ایٹین ففتی سیون،

سب آلٹرن اسٹڈیز، IV،

آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دہلی

رودرا لکشمی کھرچی، 1984،

اودھ ان ریوولٹ 1857-58،

آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دہلی

تا پتی رائے، 2006،

راج آف دی رانی،

پیٹکون، نئی دہلی

ایرک اسٹوکس، 1980، پیزینٹس اینڈ دی راج

آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دہلی

آپ مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر رابطہ قائم کر سکتے ہیں:

[http:// books.google.com](http://books.google.com)

(انگریزوں کے ذریعہ تیار 1857 کی روداد کے لیے)

www.copsey-family.org/allenc/lakshmibai/links.html

(رانی لکشمی بائی کے خطوط کے لیے)